

سلام رضا

کے چند اشعار

محمد جلال الدین

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضا
مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

سلامِ رضا

کے چند اشعار

از محققِ اہلسنت حضرت علامہ مولانا

محمد جلال الدین قادری

مدظلہ العالی

ناشر

حافظ محمد سعید احمد نقشبندی

سلطانیت شاہ غازی، کھاریاں ضلع گجرات

نام کتاب	سلامِ رضا کے چند اشعار
مؤلف	مولانا محمد جلال الدین قادری
سرپرستی.........	مولانا مفتی محمد علیم الدین نقشبندی
کمپوزنگ	ضیاء العلوم کمپوزنگ سنٹر راولپنڈی
پروف ریڈنگ......	مولانا محمد حبیب احمد (ایم۔اے اسلامیات)
تاریخ اشاعت.....	اکتوبر ۱۹۹۸ء
تعداد	ایک ہزار
قیمت	40 روپے
ناشر	حافظ محمد سعید احمد نقشبندی محلہ لطیف شاہ غازی کھاریاں ضلع گجرات

ملنے کے پتے

- ☆ آستانہ خیریہ 4 - 2 / 7 - G نزد ستارہ مارکیٹ اسلام آباد
- ☆ جامعہ مجددیہ فضل العلوم فوجی کالونی پیرودھائی راولپنڈی
- ☆ مکتبہ ضیائیہ بوہڑ بازار راولپنڈی
- ☆ احمد بک کارپوریشن اردو بازار راولپنڈی
- ☆ مکتبہ الواحد، مرکزی دارالعلوم اہل سنت و جماعت مشین محلہ (نمبر ۱) جہلم
- ☆ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری دروازہ لاہور
- ☆ مکتبہ تنظیم المدارس جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری دروازہ لاہور
- ☆ محمد امیر حسین جامعہ رضویہ ضیاء العلوم ڈی بلاک سٹیلائٹ ٹاؤن راولپنڈی
- ☆ حافظ محمد سعید احمد نقشبندی، محلہ لطیف شاہ غازی کھاریاں ضلع گجرات

(یہاں سے دستی وصول فرمائیں۔ بذریعہ پارسل کا انتظام نہیں)

تقریظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محقق عصر، حضرت علامہ مولانا عبدالحکیم شرف قادری مدظلہ

شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم و علی آلہ و اصحابہ اجمعین۔

اما بعد!

اللہ تعالیٰ کے حبیب اکرم، شافع محشر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی تعریف و توصیف، نعت و ثنا انبیاء سے لے کر اولیاء تک، صحابہ کرام سے لے کر موجودہ دور کے شعراء تک، شعراء سے لے کر نثر نگاروں تک، عربوں سے عجمیوں تک، مسلمانوں سے لے کر غیر مسلموں تک تقریباً دنیا کی ہر زبان میں کی گئی، اس کے باوجود یہ اعتراف کیا گیا کہ آپ کی مدح و ثنا کا حق ادا نہیں ہو سکا ۔

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گزاشتیم
کاں ذات پاک مرتبہ دان محمد است (غالب)

اے رضا خود صاحب قرآں ہے مداح حضور
تجھ سے پھر ممکن ہے کب مدحت رسول اللہ کی (امام احمد رضا)

کتھے مہر علی کتھے تیری ثنا گستاخ اکھیں کتھے جا لڑیاں
(پیر مہر علی شاہ گولڑوی)

حضرت حسان بن ثابت امام بوصیری ، مولانا رومی ، جامی ، سعدی اور امیر خسرو کے سلسلۃ الذھب کی ایک درخشاں کڑی کا نام امام احمد رضا بریلوی ہے جو بقول ڈاکٹر ظہور احمد اظہر صحابہ کرام کے بعد دربار رسالت میں منظوم نذرانہ عقیدت پیش کرنے والوں میں تاج امامت کے حق دار ہیں۔ ان کے اردو نعتیہ دیوان حدائق بخشش کو جو مقبولیت حاصل ہوئی۔وہ اپنی مثال آپ ہے ۔

حضرت علامہ مولانا محمد جلال الدین قادری مدظلہ العالی (کھاریاں) اہل سنت کے وسیع المطالعہ اور محقق مصنف ہیں ۔ جن کی تحریرات ہر طبقے میں احترام کی نظر سے دیکھی جاتی ہیں، خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس کے بعد تاریخ آل انڈیا سنی کانفرنس لکھ کر آپ نے اہل سنت و جماعت پر احسان کیا ہے ۔ کچھ عرصہ قبل امام احمد رضا بریلوی کے مشہور زمانہ سلام

"مصطفی جان رحمت پہ لاکھوں سلام"

کی شرح لکھنا شروع کی جس میں حل لغات اور بیان مطالب کے علاوہ قرآن پاک کی آیات ، احادیث مبارکہ اور ائمہ دین کے ارشادات کی روشنی میں سلام رضا کے مطالب کو واضح کرنے کی کامیاب کوشش کی ابھی صرف چار اشعار کی شرح کر پائے تھے۔ جو کتابی سائز کے تقریباً ایک سو صفحات پر پھیلی ہوئی ہے کہ کسی نے انہیں بتادیا کہ فلاں فلاں عالم اس کی شرح لکھ رہے ہیں تو انہوں نے قلم روک دیا اور دوسرے علمی مشاغل میں مصروف ہو گئے ۔

حضرت شیخ القرآن والحدیث مولانا علامہ فیض احمد اویسی مدظلہ العالی

(بہاولپور) نے حدائق بخشش کی شرح بیس جلدوں میں لکھ دی ہے جس کی بارہ جلدیں چھپ چکی ہیں۔ مولانا مفتی محمد خان قادری ناظم اعلیٰ جامعہ اسلامیہ فصیح روڈ لاہور نے سلام رضا کی شرح تقریباً پانچ سو صفحات میں لکھی ہے جو شائع ہو چکی ہے۔ اس کے باوجود فقیر کی مولانا علامہ محمد جلال الدین قادری صاحب مد ظلہ العالی کی خدمت میں گذارش ہے کہ وہ سلام رضا کی شرح مکمل کر دیں ۔ اگرچہ مختصر ہی ہو کیونکہ !

" ہر گلے را رنگ وبوئے دیگر است"

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت علامہ کو صحت و تندرستی عطا فرمائے اور مسلک اہل سنت کی علمی اور تحقیقی رنگ میں تادیر خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

و صلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ حبیبه محمد و علیٰ آله و اصحابه اجمعین۔

محمد عبدالحکیم شرف قادری

۳۰ اکتوبر ۱۹۹۸ء

تقریظ

استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا عبدالرزاق چشتی بھڑالوی

مدرس جامعہ رضویہ ضیاء العلوم راولپنڈی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله الواحد الغفار و الصلوة على النبى المختار و على آله الاطهار و صحابته الاخيار۔

اما بعد ! فاعوذ بالله من الشيطن الرجيم

بسم الله الرحمن الرحيم

و الشعراء يتبعهم الغاون ☆ الم ترانهم فى كل واديهيمون ☆ و انهم يقولون ما لا يفعلون ☆ الا الذين امنوا و عملوا الصالحات و ذكروا الله كثيرا و انتصروا من بعد ظلموا ☆ (پ۹شعراء)

اور شاعروں کی پیروی گمراہ کرتے ہیں کیا تم نے نہ دیکھا کہ ہر نالے میں سرگرداں پھرتے ہیں ،اور وہ کہتے ہیں جو نہیں کرتے مگر وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے ،اور بکثرت اللہ کی یاد کی اور بدلہ لیا بعد اس کے کہ ان پر ظلم ہوا ۔

شعراء سے مراد وہ لوگ ہیں جو عبارت کو قافیہ اور وزن کے مطابق پیش کریں۔ جن شعراء کی مذمت بیان کی گئی۔

" و المراد الشعراء الكفار والذين يهجون رسول الله ﷺ" (صاوی)

یہ وہ ہیں جو کافر تھے ،اور رسول اللہ ﷺ کی ہجو بیان کرتے تھے۔ ایسے شعر کہنا اور ان کو آگے بیان کرنا مذموم ہے ، خصوصاً اس قسم کے شعراء جو کسی کی مدحت اور مذمت میں حد سے تجاوز کرتے ہیں بلکہ زیادہ سے زیادہ جھوٹ کی آمیزش کرتے ہیں۔ جس طرح عارف گنجوی نے اپنے بیٹے کو شعر کا فن سکھاتے ہوئے کہا۔

در شعر مپیچ و در فن او

چو اکذب اوست احسن او (مرقاۃ فی المنطق)

شعر بنانے میں فن کی باریکیوں اور قوانین کا زیادہ خیال نہ کرو، جتنا جھوٹا ہوگا اتنا ہی

زیادہ حسین ہو گا۔

اور شعراء کی مذمت بیان کرتے ہوئے رب تعالیٰ نے فرمایا۔

بے شک وہ لوگ جو کہتے ہیں وہ کرتے نہیں۔ لیکن اس سے ایمان والوں اور اچھے عمل کرنے والوں، اللہ کا ذکر کرنے والوں اور ظلم کا شکار ہونے والے جو اپنا دفاع کرتے ہوئے ان شعراء کا شعروں میں جواب دیتے ہیں ان کو مستثنی فرمایا۔

حضرت کعب بن مالک نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا۔

یارسول اللہ شعراء کی مذمت میں قرآن نازل ہوا حالانکہ ہم تو شعر کہتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

"ان المؤمن یجاهد بسیفه و لسانه و الذی نفسی
بیده لکان ماترمونهم به نفع النبل"

بے شک مومن اپنی تلوار اور زبان سے جہاد کرتا ہے، قسم ہے اس ذات کی جو تم (اشعار کے ذریعے) کفار کو تیر مارتے ہو وہ انہیں ایسے ہی لگتے ہیں جیسے تیر کی نوک سے انہیں ضرب پہنچتی ہے۔

" اخرجه ابو داؤد قالت عائشه رضی الله عنها الشعر کلام
فحسنه حسن و منه قبیح فخذ الحسن و دع القبیح "

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ شعر کلام ہے اچھا کلام اچھا ہے البتہ کوئی برا کلام بھی ہوتا ہے۔ اچھے کلام کو حاصل کرو اور برے کو چھوڑ دو۔

شعبی نے بیان کیا ہے حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی رضی اللہ عنہم سب ہی شعر کہتے تھے، البتہ حضرت علی رضی اللہ عنہ دوسرے تینوں حضرات سے زیادہ شاعر تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے لئے مسجد میں منبر رکھتے اور وہ اس پر بیٹھ کر رسول اللہ ﷺ کی مدح میں اور آپ کی طرف سے کفار کی ہجو کی مدافعت میں شعر کہتے اور نبی کریم ﷺ ان کے لئے دعا فرماتے۔

"ان اللّٰہ یؤید حسان بروح القدس ماینافح او یفاخر
عن رسول اللّٰہ ﷺ"

بے شک اللہ تعالیٰ حضرت حسان کو روح قدس سے تقویت دے، وہ جب تک رسول اللہ ﷺ کی تعریف کرتے رہیں اور آپ کی جانب سے کفار کی مدافعت کرتے رہیں۔

(ماخوذ از حاشیہ جلالین)

واضح ہوا کہ اچھے اشعار کہنا جن میں اللہ تعالیٰ کا ذکر، رسول اللہ ﷺ کی تعریف نیکی کی طرف رغبت گناہوں سے اجتناب کی نصیحت پائی جائے جائز ہے بلکہ سنت صحابہ کرام ہے۔

محبان مصطفیٰ کریم ﷺ نے آپ کی توصیف میں مختلف زبانوں میں اشعار کہے ہیں خصوصاً صاحب علم حضرات نے اپنے اشعار میں کسی آیت یا حدیث کے مفہوم کو ذکر کر دیا ہے۔ جسے عام آدمی کے سمجھنے میں مشکل درپیش آتی ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی حدائق بخشش کے کئی اشعار کی تشریح و توضیح قرآن و حدیث اور معتبر کتب سے حضرت علامہ مولانا محمد جلال الدین قادری مد ظلہ العالی نے بہت محنت و تحقیق سے بیان فرمائی ہے جس سے عظیم بزرگ کے عظیم اشعار کو سمجھنا بہت آسان ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزاء خیر عطا فرمائے اور عوام کو اس تشریحی کتاب سے استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔

حضرت علامہ مولانا **محمد جلال الدین قادری** مد ظلہ العالی کا تصنیفی میدان میں بہت نمایاں حصہ ہے آپ کئی کتب کے مصنف ہیں مسلک حق کو اپنی تحقیقی تصنیفات سے بیان فرماتے ہیں، اللہ آپ کی عمر، علم و عمل میں برکت عطا فرمائے اور مزید کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین

عبد الرزاق بھترالوی

۲۸/ جمادی الاخری ۱۴۱۹ھ

گذارش احوال

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العالمين و العاقبة للمتقين و الصلوة و السلام على سيد المرسلين خاتم النبيين شفيع المذنبين سيدنا و مولانا محمد و آله و صحبه وبارك و سلم۔

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ العزیز کی شاعری حضرت حسان، رومی، جامی، سعدی وغیرھم (رضوان الله عليهم) نعت گو حضرات کے سلسلہ کا تسلسل ہے۔ آپ کا نعتیہ کلام اردو، فارسی، عربی اور ہندی زبانوں کے ادباء اور شعراء کے نزدیک اساتذہ کے کلام کا ہم پلہ ہے۔ عشاق نے اسے حرز جاں بنا لیا ہے اور اسے قرآن و حدیث سے مستنبط جانا، حق بات یہ ہے کہ آپ نے نعت گوئی قرآن مجید سے سیکھی، اپنے کلام کی اصلاح کسی سے نہ کی، اس طرح کے نعت گو تلمیذ الرحمن کہلاتے ہیں۔

یوں تو آپ کا نعتیہ دیوان "حدائق بخشش" پورے کا پورا انتخاب ہے مگر اس میں سے سلام بارگاہِ مصطفیٰ على صاحبها افضل الصلوة و اكمل التسليمات کا مقام منفرد ہے۔ یہ سلام نعتیہ شاعری کی معراج ہے۔ جلیل القدر شعراء نے اس پر تضمینیں لکھی ہیں۔ محراب و منبر پر اسے پڑھا جاتا ہے۔ مدرسہ و خانقاہ میں اسے پڑھا جاتا ہے، عرب و عجم

میں اسے محبت سے پڑھا جاتا ہے حتی کہ بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں عین مواجہ شریف میں زائرین اسے پڑھتے ہیں۔

مدت سے خواہش تھی کہ اس سلام کی تشریح آسان اردو میں کر دی جائے، مگر اپنی علمی بے بضاعتی ہمیشہ آڑے آئی، احباب کے اصرار پر بالآخر کمر ہمت باندھی اور انہی کے توسل سے اشعار کی تشریحات کا مواد اکٹھا کرنا شروع کیا۔ کچھ علمی مواد جمع بھی ہوا، اس طرح ان کے اشعار کی تشریح لکھنی شروع کی۔ ابھی چند اشعار کی تشریح لکھ سکا تو معلوم ہوا کہ مقتدر علماء اس سلام کی شرح لکھ رہے ہیں۔ تسلی ہوئی کہ یہ علماء فقیر قادری غفرلہ کی نسبت بہتر انداز میں شرح لکھیں گے۔ فقیر نے مزید شرح لکھنے سے قلم روک دیا۔

حسن اتفاق سے ان دنوں ماہنامہ "**دلیل راہ لاہور**" نے "درود و سلام" نمبر کی اشاعت کا اہتمام کیا ، اس طرح چند اشعار سلام کی شرح اس میں شائع ہو گئی۔ یہ خصوصی نمبر مئی، جون، جولائی ۱۹۹۳ء کی اشاعت پر مشتمل ہے۔ آئندہ صفحات میں جو شرح آپ پڑھیں گے وہ مذکورہ خصوصی نمبر کی اشاعت ثانیہ ہے۔ مولا کریم اسے قبول فرمائے اور فقیر کے لئے توشہء آخرت بنائے۔ آمین

فقیر قادری **محمد جلال الدین** عفی عنہ

محلہ لطیف شاہ غازی کھاریاں ضلع گجرات

۲۰/جمادی الاخریٰ ۱۴۱۹ھ ۱۲/اکتوبر ۱۹۹۸ء

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

حل لغات :

☆ مصطفی : برگزیدہ، قبول کیا ہوا، صفات ذمیمہ وبشریہ سے پاک۔

☆ بزم : جشن محفل، مجمع شادی۔

☆ ہدایت : راہنمائی، نجات، بیان، دلالت۔

☆ ہدایت : ہاکے کسرہ کے ساتھ مستعمل ہے۔ بعض نے ہاکو فتحہ کے ساتھ بھی پڑھا ہے۔

☆ مصطفی : شیخ الاولیاء امام محمد المہدی بن احمد بن علی بن یوسف الفاسی علیہ رحمۃ الباری لفظ "مصطفی" کے مفہوم کو یوں بیان فرماتے ہیں

"فهو المختار المستخلص، فانه يقال صفاالشی صفأ خلص ، و هو صلی اللہ علیہ وسلم مصطفى الله تعالى ومختاره ومستخلصه من خلقه و هو صفوة الخلق وخيرتهم عنده ، و قيل معنى " المصطفى " المصطفى من جميع ادران اوصاف البشرية ،

،فسمی بما ناسب وصفه ، وقیل معناه المختار لغایةالقرب ، فسمی بماناسب منزلته عند ربه ، لان الاصطفایة عبارة عن غایة القرب ، لقوله ﷺ ان اللہاذا احب عبداً ابتلاہ فان صبر اجتباہ وان رضی اصطفاہ“

(مطالع المسرات بجلاء دلائل الخیرات، طبع لائل پور، ص ۱۱۸)

خلاصہ عبارت یہ ہے کہ مصطفیٰ کا معنی پسند کیا ہوا، اور خالص کیا ہوا ہے۔ اس اعتبار سے حضور اکرم نور مجسم ﷺ مختار اور تمام مخلوقات الٰہیہ میں سے اللہ تعالیٰ کے پسند کئے ہوئے اور بہترین مخلوق ہیں۔

"مصطفیٰ" کا ایک معنی یہ بھی بیان کیا گیا کہ وہ ذات جو تمام اوصاف بشریہ کے میل کچیل سے پاک ہو، اسی مناسبت سے کہ حضور انور ﷺ تمام اوصاف بشریہ کے میل سے پاک ہیں، آپ کا نام مصطفیٰ ہے "مصطفیٰ" کا ایک معنی مختار (پسند کیا ہوا) ہے۔ اصطفاء کا معنی قرب الٰہی کا انتہائی درجہ ہے۔ چونکہ حضور اقدس وانور قرب الٰہی کے انتہائی درجہ پر فائز ہیں اس مناسبت سے آپ کا نام مصطفیٰ قرار پایا۔

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے۔ کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت فرماتا ہے تو اسے آزماتا ہے۔ اگر وہ صبر کرے تو اسے مرتبہ اجتباء عطا فرما کر مجتبیٰ بنا دیتے ہیں۔ اور اگر وہ اس ابتلا میں مقام رضا

اختیار کرتا ہے۔ تو اسے مرتبہ اصطفاء عطا فرما کر مصطفیٰ بنا دیتے ہیں۔

بہر حال اصطفاء اپنے مذکورہ معنوں کی رو سے حضور انور ﷺ کی صفت کریم ہے۔ اور آپ کی ذات مجمع البرکات ان تمام مفاہیم کریمہ کو شامل اور حاوی ہے۔

عارف باللہ سید احمد عابدین علیہ الرحمۃ معنی اصطفا اور مصطفیٰ کے اطلاق میں لکھتے ہیں۔

" المصطفٰی من خیرالاحباب المنعم علیهم بما لایمکن وصفه لقصور العبارة عنه المتزاید ترقیهم فی المقامات التی جلت عن الادراك الالمن رضاها "

(جواہر البحار فی فضائل النبی المختار، مؤلفہ سید یوسف بن اسماعیل نبہانی، طبع مصر۔ ج ۳، ص ۳۴۹)

اللہ تعالیٰ کے انعام یافتہ بندوں میں سے مصطفیٰ وہ ہے۔ جس کے اوصاف حمیدہ بیان کرنے سے زبانیں عاجز ہوں، اور وہ مقامات عالیہ پر ترقی کرتے رہیں۔ ان مقامات عالیہ کا ادراک ہر کسی کے بس میں نہ ہو۔

محقق جلیل محی الدین محمد بن مصطفیٰ معروف بہ شیخ زادہ علیہ الرحمۃ بیان کرتے ہیں۔ کہ سرکار ابد قرار علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جب ظاہر و باطن اور صورۃً و معنًی مرتبہ کمال پر فائز فرمایا اس کے بعد آپ کو

مبعوث فرمایا گیا، بعدہ آپ کو مقام محبوبیت عطا فرما کر مقام اصطفاٗ پر فائز کیا گیا۔ اس جہت سے مقام مصطفٰی کا ادراک مخلوقات کے احاطہ قدرت سے باہر ہے۔

فرماتے ہیں :

"المراد من اصطفائه حبيبا بعد بعثته و لا شك ان بعثته متراخ عن بلوغه الٰى مرتبة الكمال صورةً و معنًى"

(شیخ زادہ شرح قصیدہ بردہ، طبع کراچی۔ ص ۸۵)

فاضل اجل، محقق اکمل، علامہ عمر بن احمد الخرپوتی نے چند کلمات میں معنی اصطفاٗ بیان فرما کر بحث کو مکمل فرمادیا۔ لکھتے ہیں :

"ان مرتبة الاصطفاء اعلٰى من مرتبة الكمال والاصطفاء بمعنى الاختيار والانتخاب"

(عصيدة الشهدة شرح قصيدة البردة، طبع کراچی۔ ص ۸۲)

مرتبہ کمال سے اعلٰی مرتبہ مقام اصطفاٗ کا ہے۔ اس لئے کہ اصطفاٗ کا معنی پسند کرنا اور انتخاب کرنا ہے۔

ظاہر ہے کہ مرتبہ کمال کسبی طور پر بھی حاصل ہوتا ہے اور وہبی طور پر بھی، مگر اختیار اور انتخاب میں کسب سے زیادہ نظر کرم اور حسن انتخاب کا دخل ہے۔ حضور مصطفٰی کریم ﷺ کی ذات بابرکات میں

اگر چہ تمام کمالات جمع ہیں۔ مگر اس سے بڑھ کر آپ کا وصف مرتبہ اصطفا پر فائز ہونا ہے۔ کہ رب العزت جل وعلا نے تمام مخلوقات، اولین وآخرین میں سے آپ کو مصطفیٰ بنایا۔

"فسبحن الذی زین حبیبه الکریم بمرتبة الاصطفأ وجعله مصطفی صلی الله تعالی علیه واله وصحبه وبارك وسلم"

"سلام" کے آغاز میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس اللہ اسرارنا بسرہ النوری کا حضور اکرم ﷺ کے اوصاف حمیدہ اور صفات کمالیہ میں سے کلمہ "مصطفیٰ" کا انتخاب حسین آپ کے عشق رسول، کمال علمی اور وسعت مطالعہ پر عمدہ دلیل ہے۔

☆ رحمت : نرم دلی، ترس، مہربانی، شفقت، جس کا نتیجہ مغفرت اور احسان ہو۔

علامہ جلال الدین عبد الرحمٰن سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ "رحمت" کا معنی یوں بیان فرماتے ہیں۔

"الرحمة فی کلام العرب العطف والاشفاق والرقة وهو صحیح فی حقه ﷺ اذ هو انعم الخلق واعظمهم واشفقهم وارقهم قلباً"

(الریاض الانیقة فی شرح اسماء خیر الخلیقة۔ طبع بیروت، ص ۱۶۵)

عربی زبان میں رحمت کا معنی مہربانی، شفقت اور رقت قلبی ہے۔ ان معنوں کے اعتبار سے حضور مصطفیٰ کریم ﷺ پر رحمت کا اطلاق درست ہے کیونکہ آپ کی ذات مجمع البرکات تمام مخلوقات میں سے سب سے زیادہ احسان فرمانے والے، سب سے عظیم، سب سے زیادہ شفیق اور سب سے زیادہ رقیق القلب ہیں۔

☆ جان رحمت : علمائے راسخین ، اولیائے کاملین اور ائمہ عارفین رحمہم اللہ تعالیٰ تصریح صحیح فرماتے ہیں۔ کہ حضور مصطفیٰ کریم امین ﷺ ماسوائے اللہ سب پر رحمت اور نعمت رب الارباب ہیں اور سب حضور کی سرکار عالم مدار سے بہرہ مند و فیض یاب :

ازل سے ابد تک ، ارض و سماء میں ، اولیٰ و آخرت میں ، دنیا و دین میں ، روح و جسم میں ، چھوٹی یا بڑی ، بہت یا تھوڑی ، جو نعمت و دولت ، کسی کو ملی۔ یا اب ملتی ہے ، یا آئندہ ملے گی۔ سب حضور ﷺ کی بارگاہ جہاں پناہ سے بٹی ، اور بٹتی ہے اور ہمیشہ بٹے گی۔

(تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین ، مصنفہ امام احمد رضا ، طبع مراد آباد ، ص ۱۰)

محققین تصریح فرماتے ہیں کہ جملہ انبیائے معظمین علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بعثت رحمت ہے اور تمام کی خلقت کا مادہ اولی رحمت ہے۔ لیکن حضور سید المرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہ و علیہم اجمعین کا وجود مسعود ہی "رحمت" ہے اور آپ "عینِ رحمت" اور "جانِ رحمت" ہیں وجودِ مصطفیٰ رحمت کا مترادف ہے۔ ظہورِ وجودِ مصطفیٰ ، ظہورِ عینِ رحمت

ہے۔ آپ کی بعثت اس رحمت پر مزید فضل الٰہی ہے۔ آیہ کریمہ

" وما ارسلنك الا رحمةً للعلمين"

اسی امر کی شہادت دے رہی ہے۔

بطور اختصار چند علمائے ربانیین کے ارشادات ملاحظہ ہوں۔

عارف باللہ سید ابو العباس المرسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

"جميع الانبياء خلقوا من الرحمة و نبينا ﷺ
عين الرحمة قال تعالىٰ و ما ارسلنٰك
الا رحمةً للعلمين" (مطالع المسرات، طبع لائل پور، ص ۱۱۴)

تمام انبیائے عظام کو "رحمت" سے پیدا فرمایا گیا اور ہمارے آقا حضور سید المرسلین ﷺ عین الرحمۃ، جانِ رحمت ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ اے محبوب! ہم نے تجھے نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہاں کے لئے۔

حضرت شیخ عبد الجلیل القصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

"............ ان كل خيرٍ ونورٍ وبركةٍ شاعت
و ظهرت فى الوجود او تظهر من اول الايجاد
الى آخره انما ذلك بسببه ﷺ .... فنفس
محمدٍ رحمةٌ للعلمين و سائر الانبياء مبعثهم

رحمةً فلذلك سعد من اجاب ما بعثوا به من
الهدیٰ و عوجل بالعذاب من اعرض عنهم
و محمد ﷺ مولده و نفسه رحمة وامان و کذا
مدفنه الیٰ نفخ الصور فحرمة تلك الرحمة
وامانه قائم" (مطالع المسرات، ص ۱۱۴)

ہر خیر، نور، برکت جو ظاہر ہوئی اور وجود میں آئی، یا آئے گی، ازل سے ابد تک، سب حضور ﷺ کے سبب سے ہے۔ حضور کی ذات تمام جہانوں کے لئے رحمت ہے۔ اور دیگر انبیائے کرام کی بعثت رحمت ہے۔ اسی سبب سے انبیائے کرام کی لائی ہوئی شریعت پر جس نے عمل کیا، سعید ہوا۔ اور جس نے اس ہدایت سے اعراض کیا، عذاب میں گرفتار ہوا۔ لیکن سید الانبیاء ﷺ کی ذات، آپ کی ولادت ہی رحمت اور امان ہے۔ آپ کا گنبد خضراء رحمت اور امان ہے۔ اسی لئے اس کی حرمت اب بھی باقی ہے۔

سند المحدثین عارف باللہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

"زین الله محمداً ﷺ بزينة الرحمة فکان کونه
رحمة وجميع شمائله وصفاته رحمة على الخلق"

(شفا بتعریف حقوق المصطفیٰ، طبع بیروت، ص ۱۶)

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو زینت رحمت سے مزین فرمایا

ہے۔ آپ کا وجود ہی رحمت ہے، آپ کے تمام شمائل اور صفات مخلوق کے لئے رحمت ہیں۔

علامہ احمد شہاب الدین خفاجی شارح شفا فرماتے ہیں۔

"جعله عين الرحمة لارشاده لهم"

(نسیم الریاض، طبع بیروت، ج۲، ص۲۹۴)

قطب ربانی سید ابو العباس التجانی الفاسی رحمۃ اللہ علیہ (تیرھویں صدی ہجری کے عالم) فرماتے ہیں۔

" ثم صار يفيض على خلقه من النور في الحقيقة المحمدية من العلم و الرحمة فكان بهذه المثابة هو عين الرحمة ﷺ وكان ذلك النور هو الحقيقة المحمدية" (جواہر المعانی، طبع مصر ج ۳ ص ۶۱)

خلاصہ عبارت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس نور اول پر جو حقیقت محمدیہ تھا، اپنے علم اور رحمت سے فیضان فرمایا، اس طور سے حضور ﷺ عین الرحمۃ اور جان رحمت ہیں۔ یہی نور، حقیقت محمدیہ ہے۔ اگر چہ حضور جان نور پر نور ﷺ کی بعثت دیگر انبیائے عظام علیہم السلام کی طرح رحمت ہے، مگر آپ کا وجود مسعود ہی رحمت ہے۔ بلکہ جہاں کی جملہ رحمتیں آپ کے وجود کی برکت کا ظہور ہیں۔ رحیم اور رحمت فرمانے والے اگرچہ آپ کے اسمائے مبارکہ میں سے ہیں۔ مگر ارشاد ربانی میں

آپ کا نام مبارک رحمت ہے۔ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کے سلام کے آغاز ہی میں "مصطفیٰ" اور "جان رحمت" صفات نبویہ کا حسین انتخاب ہی لاجواب ہے۔ شاید اس سے بہتر انتخاب ممکن نہ ہو۔

☆ شمع: چراغ۔

ارشاد ربانی: یایها النبی انا ارسلنٰك شاهداً و مبشراً و نذیراً ☆و داعیاً الی الله باذنه وسراجاً منیراً۔ (الاحزاب)

......میں حضور نور الانوار ﷺ کو سراج منیر کہہ کر مخاطب فرمایا گیا، سراج کے مفہوم کو مذکورہ شعر میں شمع سے تعبیر کیا گیا ہے۔

☆ بزم ہدایت: دنیا میں جس قدر انبیاء و مرسلین تشریف لائے سبھی ہادی و مہدی تھے۔ انبیائے کرام علیہم السلام اپنی امتوں میں ہادی بھی تھے۔ اور اب حضور مدار ہدایت ﷺ کی امت کریمہ میں صحابہ کرام، ائمہ اہل بیت، تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین اور جملہ علمائے عاملین سب کے سب ہدایت کے ستارے ہیں۔

حدیث نبوی

"اصحابی کالنجوم فبایهم اقتدیتم اهتدیتم"

(بیہقی، کنوز الحقائق، ص ۳۸۹)

...... میں انہی ہدایت کے ستاروں کا بیان ہے، دنیا کے تمام ہادین اولین و آخرین کے ہادین اور انبیاء و مرسلین اور اولیائے عارفین، سب ہادین، کو اگر ایک بزم میں جمع تصور کر لیا جائے۔ تو صدر بزم، میر محفل، سرکار مدار ہدایت ﷺ ہیں۔ تمام انبیائے کرام اور دیگر ہادین نے آپ کی ہدایت سے ہدایت حاصل کی۔

آیۃ کریمہ :

"للذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی
یجدونه مکتوباًعندهم فی التوراة والانجیل
یامرهم بالمعروف و ینهٰهم عن المنکر و یحل لهم
الطیبٰت و یحرم علیهم الخبائث ویضع عنهم
اصرهم والاغلٰل التی کانت علیهم" (الاعراف)

ترجمہ : وہ جو غلامی کریں اس رسول بے پڑھے، غیب کی خبریں دینے والے کی، جسے لکھا ہوا پائیں اپنے پاس تورات اور انجیل میں، وہ انہیں بھلائی کا حکم دے گا اور برائی سے منع فرمائے گا۔ اور ستھری چیزیں ان کے لئے حلال فرمائے گا، اور گندی چیزیں ان پر حرام کرے گا، اور ان پر وہ بوجھ اور گلے کے پھندے، جو ان پر تھے، اتارے گا۔

...... میں حضور کے اوصاف کریمہ کا ذکر کر کے فرمایا :

فالذین منوا به و عزروه ونصروه واتبعوا

النور الذی انزل معه اولٰئك هم المفلحون۔

(اعراف، ۱۵۷)

تو وہ جو اس پر ایمان لائیں اور اس کی تعظیم کریں اور اسے مدد دیں اور اس نور کی پیروی کریں، جو اس کے ساتھ نازل ہوا...... وہی بامراد ہیں۔

اس کے متصل فرمایا:

قل یایها الناس انی رسول الله الیکم جمیعا الذی له ملك السموات والارض لا اله الا هو یحی ویمیت فامنوا بالله و رسوله النبی الامی الذی یومن بالله و کلمته و التبعوه لعلکم تهتدون

(اعراف، ۱۵۸)

تم فرماؤ اے لوگو ! میں تمام آدمیوں کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔وہ کہ زمین و آسمان میں اسی کی بادشاہی ہے، اس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں، وہی جلائے اور مارے، تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول نبی امی پر، کہ اللہ اور اس کے کلاموں پر ایمان لاتا ہے اور اس کی پیروی کرو کہ تمہیں ہدایت ہو۔

ان آیات مقدسہ سے معلوم ہوا کہ ہدایت کا مدار تو حضور نبی امی کریم ﷺ ہیں، کہ جو ان سے ہدایت پائے ہدایت یافتہ ہے۔وہی ہادی ہیں

سکتا ہے اور جو ان سے اعراض کرے دنیاو آخرت، اولیٰ واخریٰ میں نہ وہ ہدایت یافتہ ہے اور نہ وہ ہادی۔

یثاق روز" الست " میں تمام انبیائے عظام علیہم السلام نے اللہ تعالیٰ سے عہد فرمایا کہ وہ حضور سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لائیں گے اور آپ کی ہدایت سے ہدایت پائیں۔

علامہ شہاب الدین خفاجی شارح شفا کے الفاظ اس سلسلہ میں بڑی وضاحت فرماتے ہیں۔

" و الروح النبوية المقدسة لمعة من نوره والملائكة شرر تلك الانواروبهذا صرح فى هيا كل النور فلذا سمى النبى ﷺ نوراًو لاقتباسه من الانوار الاطعية سمى سراجاً لما فاض عليه من الانوار العلوية "

(نسیم الریاض، ج۲، ص۳۹۶)

روح مصطفیٰ ﷺ اللہ تعالیٰ کے نور کی تجلی ہے۔ ملائکہ و مرسلین کے انوار آپ کے نور کا پر تو ہیں۔ حضور کا نور مخلوق کے تمام انوار کا منبع ہے۔ اور چونکہ آپ کا نور مقدس تجلیات الٰہیہ سے مقتبس ہے اس لئے آپ کو سراج بھی کہا گیا ہے۔

☆ لاکھوں : لاکھ کی جمع، عام طور پر سو ہزار کے عدد کو لاکھ کہتے ہیں ۔ اس صورت میں یہ عدد معین ہوتا ہے۔ مگر بعض اوقات غیر معینہ معدود کو بیان کرنے کے لئے لاکھ یا لاکھوں سے تعبیر کرتے ہیں۔
امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ نے اپنے اس سلام میں " لاکھوں سلام " سے مراد غیر معینہ تعداد میں اور لا تعداد وبار سلام مراد لیا ہے ؎

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

پورا قصیدہ سلامیہ میں " پہ لاکھوں سلام " سے انشاء سلام مراد ہے یا خبر سلام ؟ ...... دونوں احتمال ممکن ہیں۔

جملہ خبریہ کی صورت میں اس کا مفہوم ہوگا کہ مصطفیٰ کریم ﷺ کی ذات مجمع البرکات پر اس کے مولیٰ جل و علا ، اس کی نورانی مخلوق فرشتوں، انبیاء و مرسلین اور جملہ مؤمنین اولین و آخرین کی طرف سے ازل سے تا ابد ، دنیا و آخرت میں لا تعداد ، بے شمار مرتبہ درود و سلام ہوا ہے، ہو رہا ہے اور ہوتا رہے گا۔

جملہ انشائیہ کی صورت میں اس کا مفہوم ہوگا کہ حضور اکرم نور مجسم ﷺ کی ذات قدسی صفات پر اللہ تعالیٰ کا ازل سے لبد تک ہر آن میں لا تعداد، بے شمار مرتبہ قدسی نورانی درود و سلام ہوتا رہے ...... اور اسی طرح اس کے مقرب فرشتوں ، محبوب انبیائے کرام اور جملہ ایمانداروں کی طرف سے بھی ہر آن، ہر لحہ ، اس دنیا میں اور آخرت میں

بے شمار بار درود و سلام کے تحفے " مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ" پر ہوتے رہیں۔

اگرچہ جملہ خبریہ کی صورت میں خبر صلوٰۃ و سلام میں بھی حضور سرکار ہدایت مدار ﷺ کی عظمت کے جلوے نمایاں ہیں۔ مگر انشاء صلوٰۃ و سلام میں جو لطف و عنایت مضمر ہے۔وہ اہل دل، اہل نظر سے مخفی نہیں، اسی لئے نماز کی حالت میں اجلہ فقہائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے تصریح فرمائی کہ تشہد پڑھتے وقت انشاء سلام کا قصد چاہیئے۔ صرف حکایت سلام کا تصور کافی نہیں۔

امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ رحمۃ الباری کے اس سلام کا ہر شعر بے مثال ہے۔ اشعار میں سلاست، بے ساختگی، عشق و محبت کی فروانی کا جو عنصر ہے ۔اس نے اسے لازوال بنادیاہے۔ مگر ذرا اس پہلے شعر ؎

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام

...... کے دونوں مصرعوں کو دوبارہ پڑھیئے! ...... باربار پڑھیئے! کہنے کو یہ دونوں مصرعے قصیدہ کا حصہ ہیں۔ مگر دونوں مصرعے " نثر " کا اعلیٰ نمونہ ہیں۔اور نثر بھی سہل ممتنع۔ شعر کا ایک ایک حرف ایسا موتی ہے

جس کا جواب نہیں اور پھر حسن ترتیب تو قدسی جذبات کی نمائندگی کر رہی ہے۔ عشق و محبت کی اسی دولت کی بدولت درود و سلام کا یہ قصیدہ عرب و عجم میں یکساں مقبول ہے۔ اردو زبان کا یہ سلام اردو سے ناواقف حضرات کی زبانوں پر بھی جاری ہے اور ان کی مجلسوں میں بڑے ذوق و شوق سے سنا جاتا ہے۔

شہر یارِ ارم ، تاجدارِ حرم
نو بہارِ شفاعت پہ لاکھوں سلام

حل لغات :

☆ شہر یار : بادشاہ بزرگ وعادل، ملک، سلطان۔

☆ ارم :

(۱) باغ شداد، نشان فرسنگ۔

(۲) قوم عاد کے شہر کا نام، قوم عاد کا جد امجد۔

(۳) بہشت، جنت۔

بعض تفاسیر میں باغ شداد کا حال بیان کیا گیا ہے، یہ باغ مربع شکل کا تھا، اس کا احاطہ چالیس کوس تھا۔ اس کی بنیادوں میں سنگ سلیمانی استعمال ہوا، دیواروں کی تعمیر میں سونے اور چاندی کی اینٹیں چنیں گئیں دیواروں کی بلندی پانچ سو ہاتھ تھی، اس باغ میں ہزار محل تھے۔ ہر محل ہزار ستون پر مشتمل تھا۔ یہ ستون زمرد، یاقوت اور زبر جد سے بنائے گئے، وسط میں بڑی اور چھوٹی نہریں جاری تھیں۔ جن میں پانی، دودھ، شہد اور شراب بہتا تھا، نہروں کے کناروں اور روشوں پر زمرد، یاقوت اور مروارید بچھائے گئے تھے۔ طرح طرح کے میوہ دار اور سایہ دار درخت تھے۔ جن پر پرندے چہچہاتے پھرتے تھے۔ محلات میں زرتار

قالین تھے۔ خدام و غلمان ہمہ وقت خدمت پر کمر بستہ تھے، سورج کی شعاعوں میں اس باغ کو دیکھنے سے آنکھیں خیرہ ہوتی تھیں۔ لیکن شداد بے داد اس باغ کو دیکھنے کی حسرت دل ہی میں لے کر مرا۔

مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو : (تفسیر کبیر ... از امام رازی جلد ۳۱، ص ۱۶۸)

(تفسیر عزیزی ... از شاہ عبد العزیز دہلوی۔ پارہ ۳۰، ص ۱۶۲)

سلام کے مذکورہ بالا شعر میں ارم سے مراد اعلیٰ نعمتوں سے بھری جنت ہے۔ باغ شداد اپنی پوری تابانی کے باوجود اس حقیقی جنت کا عشر عشیر بھی نہیں ہو سکتا...... یعنی حضور پر نور ﷺ جنت کے بادشاہ ہیں جنت میں آپ کی سلطنت اور آپ کا تصرف جاری ہے۔ جسے چاہیں، جنت عطا فرمادیں۔

ایک سوال کے جواب میں امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ القوی فرماتے ہیں :

"رسول اللہ ﷺ اپنے رب کی عطا سے مالک جنت ہیں، معطی جنت ہیں، جسے چاہیں، عطا فرمادیں، امام حجۃ الاسلام غزالی، پھر امام احمد قسطلانی مواہب الدنیہ میں، پھر علامہ محمد زرقانی اس کی شرح میں فرماتے ہیں۔

"ان اللہ تعالیٰ ملکہ الارض کلھا و انہ ﷺ کان یقطع ارض الجنۃ ما شاء منھا لمن شأ فارض الدنیا اولی"

ترجمہ : اللہ تعالیٰ نے دنیاو آخرت کی تمام زمینوں کا حضور کومالک کر دیا ہے حضور جنت کی زمین میں سے جتنی چاہیں ، جاگیر بخشیں ، تو دنیا کی زمین کا کیاذکر ؟ (فتاویٰ رضویہ مطبوعہ فیض آباد (یوپی) جلد ۶، ص ۱۳۶ ۔ زرقانی علی المواہب جلد ۵ ص ۲۳۲)

حافظ الملت علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ (م ۹۱۱ھ) فرماتے ہیں۔

"وکان یحمی ﷺ بقطع الاراضی قبل فتحها لان الله تعالیٰ ملکه ایاها یفعل فیها ماشأ و قد اقطع تمیم الداری و ذریته قریة ببیت المقدس قبل فتحه و هی فی ید ذریتهٖ الی الیوم و اراد بعض الولاء التشویش علیهم فافتی الغزالی بکفره قال لان النبی ﷺ کان یقطع ارض الجنة فارض الدنیا اولیٰ"۔ (الخصائص الکبریٰ طبع لائل پور جلد ۲ ص ۲۳۲)

مالک ارض دنیااور ارض جنت، حضور سید والا ﷺ زمین فتح ہونے سے پہلے، جس کے نام چاہتے زمین کا قطعہ جاگیر کر دیتے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تمام زمین کا مالک بنادیا ہے۔ اس ارض دنیا میں، جس طرح چاہیں، تصرف کریں اور بے شک حضور نے بیت المقدس میں ایک بستی، فتح ہونے سے پہلے، حضرت تمیم داری اور ان کی اولاد کے نام جاگیر کر دی، وہ بستی آج تک ان کی اولاد کی ملکیت و قبضہ میں چلی آتی ہے، بعض حاکموں نے اس بستی کی ملکیت

میں ان کی اولاد پر تشویش کا ارادہ ظاہر فرمایا، تو امام غزالی نے اس حاکم پر کفر کا فتویٰ دیا، فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جنت کی زمین جس کے نام ، چاہتے ہیں، جاگیر کر دیتے ہیں۔ تو دنیا کی زمین بطریق اولیٰ جس کے نام چاہیں۔ جاگیر فرمادیں۔

حضور سید الوریٰ، شہ بطحا، مالک کون و مکان ﷺ کی جامعیت کبریٰ اور افضلیت تامہ مطلقہ ،کاملہ کو حجۃ الاسلام امام غزالی علیہ الرحمۃ نے اس جہت سے بیان کیا ہے۔

"قال الغزالی فی الاحیاء لاجل اجتماع النبوۃ و الملك و السطنة لنبینا ﷺ کان افضل من سائر الانبیاء فانه اکمل اللہ تعالیٰ به صلاح الدین و الدنیا ا و لم یکن السیف والملك لغیره من الانبیاء" (خصائص کبریٰ جلد دوم۔ ص ۱۹۴۔ جواہر البحار جلد اول۔ ص ۲۹۰)

امام غزالی نے احیاء علوم الدین میں فرمایا: چونکہ ہمارے سرکار نبی مختار ﷺ نبوت، ملک اور سطنت کے جامع ہیں، اس لئے باقی سب انبیاء سے افضل واعلیٰ ہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے حضور کے وسیلہ سے دین ودنیا کی صلاح مکمل فرمائی۔

سلطان جنت، قاسم جنت، معطی جنت، شہریار ارم ﷺ کی کنیت ابو القاسم ہے۔ اس کی وجہ تسمیہ کی ایک توجیہ حضرت شیخ محدث محقق

عبد الحق علیہ رحمۃ الحق علمائے اعلام کے حوالہ سے یوں بیان کرتے ہیں۔

"و کنیته ابو القاسم لانه یقسم الجنة بین اهلها"

(مدارج النبوت جلد اول۔ ص ۲۶۶ / اردو ترجمہ ۷۵۰۔ زرقانی جلد سوم ص ۱۵۱)

حضور جنتیوں میں چونکہ جنت تقسیم فرماتے ہیں، اس لئے آپ کی کنیت ابو القاسم ٹھہری۔ ظاہر ہے تقسیم جنت کے لئے آپ کا ، باذن الٰہی وبعطائے الٰہی مالک جنت ہونا لازم ہے۔ اور یہی معنی ہے۔ " شہریار ارم" کا۔

ترمذی اور دارمی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے روایت سے حضور سید عالم ﷺ کا ارشاد بیان فرمایا :

"الكرامة و المفاتيح يومئذ بيدی"

(مشکوٰۃ۔ ص ۵۱۲۔ خصائص کبریٰ۔ جلد ۲، ص ۲۱۸۔ جواہر البحار (عن مکتوبات المجدد) جلد ۲، ص ۱۹۰)

حدیث مذکور کے ضمن میں شیخ محقق نے یوں لکھا :

(۱) "وبزرگی دادن وکلید ہائے بہشت وابواب رحمت آں روز بدست من انست" (اشعۃ اللمعات جلد ۴، ص ۴۷۷)

(۲) "دراں روز ظاہر گردد کہ وے ﷺ محبوب الٰہی وسرور کائنات ومظہر فیوض نامتناہی اوست، جل و علا، وخلیفہ رب العالمین ونائب مالک یوم الدین است......

روز، روز اوست و حکم، حکم او، "حکم رب العالمین"

(مدارج النبوت جلد اول، ص ۲۸۶)

حضور اکرم ﷺ کے کمالات میں سے بعض کا ظہور اس عالم میں روشن ہوا ہے اور کچھ کمالات وہ ہیں جن کا ظہور آخرت میں ہو گا، روز آخرت ظاہر ہو گا کہ حضور سرکار عالم ﷺ محبوب الٰہی، خلیفہ رب العالمین اور نائب مالك يوم الدين اور مظہر فیوض نامتناہی باری اسمہ تعالیٰ جل وعلا ہیں .... اور حکم رب العالمین وہ دن آپ کا دن ہو گا، اور حکم آپ ہی کا حکم ہو گا، نوشہ بزم جنت کی عظمت اس روز کھل کر سامنے آئے گی۔

متعدد ارشادات الٰہیہ عزاسمہ، احادیث نبویہ اور کلمات ائمہ کبار سے یہ امر روشن ہے کہ حضور پر نور مولائے کل ﷺ کو مفاتیح عالم عطا ہوئیں۔ کتب سماویہ سابقہ اور کتب احادیث میں سے چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

"محمد رسول الله اسمه المتوكل ...... و اعطى المفاتيح"

(تورات شریف / بحوالہ خصائص کبریٰ۔ جلد اول، ص ۱۱)

حضرت عقبہ سے روایت ہے کہ مالک کلید ان ارض و سما ﷺ نے ارشاد فرمایا :

(۱) "اعطيت مفاتيح خزائن الارض او مفاتيح الارض"

(صحیح بخاری۔ جلد ۲، ۵۸۵، ۹۷۵۔ صحیح مسلم جلد ۲، ص ۲۵۰)

(۲) "بينا انا نائمٌ اتيت بمفاتيح خزائن الارض"

۔ (صحیح بخاری جلد اول، ص ۳۱۸، جلد دوم ص ۱۰۳۸، ۱۰۸۰) صحیح مسلم جلد اول ص ۱۹۹)

(نسیم الریاض جلد اول ص ۲۷۱)

(۳) "بينا انا نائم انجئى بمفاتيح خزائن الارض
فوضعت فى يدى و فى رواية مفاتيح خزائن
الارض" (شفا جلد اول ص ۱۳۳)

امام اجل قاضی عیاض فرماتے ہیں۔

"قد اوتى ﷺ خزائن الارض و مفاتيح البلاد"

(شفا جلد اول ص ۲۷۷)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ حضور ﷺ سے روایت فرماتے ہیں۔

" اتيت بمقاليد الدنيا على فرس ابلق جاء نى به
جبرئيل عليه قطيفة من سندس"

(جامع صغیر جلد اول، ص ۹۔ خصائص کبریٰ جلد دوم ص ۱۹۵)

قاسم وخازن ہر نعمت کا فرمان عالی شان، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہوا۔

"...... والى مفاتيح الجنة يوم القيامة ولا فخر"

(خصائص کبریٰ جلد ۲، ص ۲۲۴)

امام اجل واکمل محمد مہدی قدس سرہ القدسی فرماتے ہیں۔

" وهو الذى يقسم الجنة بين اهلها" (مطالع المسرات مطبوعہ مصر ص ۲۳۶)

حدیث ربیعہ میں حضور قاسم ہر نعم ﷺ کے ارشاد سے علماء نے ہر نعمت کی تقسیم مراد لی ہے۔
چنانچہ علامہ ملا علی قاری حنفی مکی (م ۱۰۱۴ھ) فرماتے ہیں۔

" و یوخذ من اطلاقه علیه الصلوٰة و السلام الامربالسوال ان الله تعالیٰ مکنه من اعطاء کل ما اراد من خزائن الحق ...... و ذکر ابن سبع فی خصائصه و غیره ان الله تعالی اقطعه ارض الجنة یعطی منها ماشأ لمن شأ"۔

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ا۔ ص ۵۵۰ / بحوالہ مقام رسول۔ ص ۳۱۰)

حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ کو حضور سرور عالم ﷺ نے جو مانگنے کا حکم مطلق دیا ہے، اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ اللہ عزوجل نے حضور کو قدرت عطا کی ہے کہ اس کے خزانوں میں سے جو کچھ چاہیں، عطا فرمائیں ......(پھر لکھا) امام ابن سبع وغیرہ علماء نے حضور کے خصائص کریمہ میں ذکر کیا ہے کہ جنت کی زمین اللہ تعالیٰ نے حضور کی جاگیر کر دی ہے۔ اس میں سے جو چاہیں، جس کے لئے چاہیں، عطا فرمادیں۔

ان آیات بینات، احادیث کریمہ اور اقوال علماء و محدثین سے ثابت ہوا کہ مالک الملک جل و علا نے اپنے نائب اکبر، خلیفہ اعظم کو ہر قسم کے خزانوں کی کنجیاں، زمین کی کنجیاں، دنیا کی کنجیاں، نصرت کی کنجیاں، نفع کی کنجیاں، نبوت کی کنجیاں، جنت کی کنجیاں، نار کی کنجیاں ...... غرضیکہ ہر شے کی کنجیاں عطا فرما کر مالک و مختار بنا دیا ہے۔ آپ جسے

چاہیں، جو چاہیں، جتنا چاہیں، جب چاہیں عطا فرمادیں، دنیا عطا فرمائیں، جنت عطا فرمائیں۔ مالک کل نے آپ کو مالک کل بنادیا ہے۔

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا

فان من جودك الدنيا و ضرتها
و من علومك علم اللوح و القلم

اگر خیریت دنیا و عقبٰی آرزو داری
بدرگاہش بیا و ہر چہ می خواہی تمنا کن

شب معراج، جبرئیل امین کی بارگاہ مصطفٰی میں حاضری، براق کی پیشی، زمین و آسمان کی سیر اور جنت و دوزخ کے احوال کے ملاحظہ فرمانے کی حکمتوں کے ضمن میں عارف باللہ امام اجل شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہ القدسی فرماتے ہیں۔

" فقال (جبرئيل) يا محمد انما جئی بی اليك لا كون خادم دولتك و صاحب حاشيتك و جئی بالمركب اليك لا ظهار كرامتك لان الملوك من عاداتهم اذا استزاروا حبيبا او استدعوا قريباً و ارادوا ظهور كرامتهم واحترامهم ارسلوا اخص

خدامهم و اعز دوابهم لنقل اقدامهم فجئناك على رسم عادة الملوك و آداب السلوك ...... يا محمد ان الملاء الا على فى انتظار ك و الجنان قد فتحت ابوابها و ز خرفت رحابها و تزينت اترابها و روق شرابها كل ذلك فرحا بقدومك و سرورا بورودك و الليلة ليكتك والدولة دولتك وانامنذ خلقت منتظر هذه الليلة

(شجرۃ الکون طبع استنبول (۱۲۱۸ھ) ص ۱۵، ۱۶)

جبرئیل نے عرض کی کہ مجھے تو صرف آپ کی خدمت گذاری اور حاشیہ برداری کے لئے بھیجا گیا ہے، اور براق کو آپ کی عظمت کے اظہار کے لئے حاضر کیا گیا ہے۔ کیونکہ بادشاہوں کی یہ عادت ہے، کہ جب وہ اپنے حبیب کی ملاقات یا مقرب کی دعوت فرماتے ہیں، تو ان کی عزت و تکریم کے ظہور کے ارادے کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ان کی طرف خاص خدام اور عمدہ سواریاں بھیجتے ہیں۔ تاکہ وہ ان پر سوار ہو کر آئیں، لہذا ہم بھی آپ کی خدمت اقدس میں بادشاہوں کی عادت اور راستوں کے آداب کو پیش نظر رکھ کر حاضر ہوئے ہیں۔

اے محبوب ! ملأ اعلیٰ آپ کے انتظار میں ہیں۔ اور جنت کے دروازے وا کر دیئے گئے ہیں۔ اس کی فرودگاہوں کو مزین کیا گیا ہے۔ اس کی حوروں کو سجایا گیا ہے۔ اس کے مشروبات کو مصفی کیا گیا ہے۔ تمام فرحتیں آپ کے قدوم میمنت لزوم کے لئے اور تمام مسرتیں آپ

کے ورود مسعود کی بدولت منائی جارہی ہیں۔

یہ رات آپ ہی کی رات ہے، اور یہ سلطنت صرف آپ ہی کے لئے ہے۔ اسی رات کے لئے میں اپنی تخلیق کے روز سے منتظر ہوں۔

اللہ اللہ ! یہ ہیں " شہریار ارم "...... جن کی عظمتوں کے چرچے اولین میں ہوئے، آخرین میں ہو رہے ہیں، ہوں گے، ملأ اعلیٰ میں ان کی عظمت، جنت اور جنتیوں میں ان کی عظمت، زمین میں اور زمین والوں میں ان کی عظمت، انسانوں میں ان کی عظمت، فرشتوں میں ان کی عظمت کا اظہار ہوا ، ہو رہا ہے۔ اور ہوتا رہے گا۔ بلکہ در حقیقت عظمت صرف وہی ہے، جو ان کی بارگاہ میں شرف باریابی پا سکے، ان کی نسبت...... عظیم ہے۔ ان کی نسبت سے، ان کی طرف منسوب ہونے والے بھی عظمتیں پاتے ہیں۔

ارشاد ربانی :

"وللّٰه العزة و لرسوله و للمؤمنين
و لكن المنافقين لا يعلمون" (سورۃ منافقین)

میں اسی حقیقت کا بیان ہے۔

حل لغات :

☆ تاجدار : بادشاہ، تاجور، تاج رکھنے والا۔

☆ حرم :

(۱) بیوی، باندی جس کو بیوی بنالیا ہو۔

(۲) اشراف کا زنان خانہ۔

(۳) بیت اللہ، بیت اللہ کے گرد اگرد ایک محدود رقبہ، جس میں کسی جاندار کو جان سے مارنے کی اجازت نہیں، مدینہ طیبہ، مسجد نبوی کا صحن، مدینہ طیبہ کے گرد چاروں طرف کا محدود رقبہ۔

(صراح، لغات اللغات، فرہنگ عامرہ، جذب القلوب)

مصرعہ اولیٰ میں حرم سے مراد حرم مکہ اور حرم مدینہ ہے، کیونکہ سرور دو عالم ﷺ مالک ارض و سما ہیں۔ اور آپ کے القاب میں سے تاجدار حرم مشہور تر ہے۔ اسی حوالہ سے آپ مدنی تاجدار اور مکی و تہامی سرور کہلاتے ہیں۔

یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ تمام کرہ ارضی میں سے حرمین شریفین ......مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ عظمت و حرمت والے مقامات ہیں۔ جس طرح سرور انبیاء علیہ و علیہم الصلوٰۃ والسلام جماعت انبیاء میں ممتاز ہیں۔ اسی طرح حرمین شریفین روئے زمین میں سے ممتاز اور افضل ہیں۔ اور جو قوم یا ذات حرمین شریفین پر تسلط حاصل کرلے گی، دنیا میں اس کا شہرہ بام عروج پر پہنچ جائے گا۔ اسی کی اتباع کی جائے گی، وہی مقتدا ٹھہرے گا۔

انبیاء سابقین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم ایک ایک شہر کے ناظم تھے، اور حضور پر نور سید المرسلین صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین سلطان ہفت کشور، تاجدار ہفت اقلیم، بلکہ بادشاہ زمین و آسمان ہیں۔ بلکہ تحقیق حق یہ ہے کہ حجر، شجر، ارض و سما، جبال، بحار، جن، انس، ملائکہ، تمام ماسوا اللہ حضور کے احاطہ عامہ ودائرہ تامہ و سلطنت مطلقہ میں داخل ہیں۔

آیۃ مبارکہ:

"تبارك الذی نزل الفرقان علیٰ عبده لیكون
للعلمین نذیراً" (سورۃ الفرقان)

ترجمہ: بڑی برکت والا ہے۔ وہ جس نے قرآن اتارا، اپنے بندے پر کہ ڈر سنانے والا ہو سارے جہاں کو......

......میں "نذیراً" صاحب تسلط، صاحب اقتدار اور صاحب تاج کی طرف اشارہ ہے۔ اور "للعلمین" اس کی سلطنت کے احاطہ وسیعہ کا بیان ہے۔

خود شاہی فرمان:

"ارسلت الیٰ الخلق كافة" (اخرجہ مسلم عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ)

"میں تمام مخلوق الٰہی کی طرف بھیجا گیا ہوں"......

............میں اسی حقیقت کا بیان ہے۔

ائمہ کبار اور علمائے عظام کے ارشادات سے چند اقتباسات ملاحظہ ہوں، جن میں حرم مکی اور حرم مدنی کے فضائل اور ان کے دیگر

احوال بیان فرمائے ہیں۔
امام فخر الدین رازی سورۃ البلد کی تفسیر کے ضمن میں لکھتے ہیں۔

"و اعلم ان فضل مكة معروف فان الله تعالىٰ جعلها حرما امنا ......وحرم فيه الصيد و جعل البيت المعمور بازائه و دحيت الدنيا من تحته......وذلك ان الله تعالىٰ فتح عليه مكة و احلها له و ما فتحت على احد قبله (ملحضاً)" (تفسیر کبیر جلد ۳۱، ص ۱۸۰)

معلوم ہونا چاہئے کہ مکہ معظمہ کی فضیلت مشہور و معروف ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے حرم اور امن کی جگہ بنایا ہے...... اس میں شکار کرنا حرام ٹھہرایا، آسمانوں پر بیت المعمور اس کی سیدھ میں بنایا، زمین کو اسی کے نیچے سے پھیلایا...... اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ پر مکہ کو فتح فرمایا، آپ کے لئے اس کو حلال کر دیا، آپ سے پہلے کسی اور نے مکہ کو فتح نہ کیا۔

حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں۔

"شہر مکہ اصل تمام زمین است کہ اول بر روئے آب ہمیں نقطہ پیدا شدہ بود بعد از آں از آں نقطہ تمام زمین را پہن کردہ گستہ ایند ند"۔ (تفسیر عزیزی مطبوعہ لاہور (۱۲۹۴ھ) ص ۱۷۴)

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں۔

"عظمت شہر مکہ بوجوہ بسیار است ازاں جملہ آنکہ محل حرم الٰہی ست ومقام امن ومرجع خلق...... " (تفسیر عزیزی۔ ص ۱۷۳)

مکہ معظمہ تمام روئے زمین سے افضل ہے۔ اسی شہر کو سب سے پہلے سطح آب پر پیدا کیا گیا، اسی شہر سے تمام روئے زمین آباد کی گئی...... مکہ معظمہ کی عظمت بے شمار وجوہ کی بنا پر ہے، ان میں ایک یہ ہے، کہ وہ حرمت الہیہ کا محل ہے، مقام امن اور مرجع خلائق ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مکہ معظمہ کو حرم کہنے کی وجہ بیان فرماتے ہیں۔

"وتسمیہ بحرم آں ست کہ حرام گردانیدہ است وے سبحانہ تعالیٰ دورے بسیار ازانچہ حرام نیست در غیر وے"۔

(اشعۃ اللمعات جلد دوم ص ۳۸۲)

ترجمہ : سرزمین مکہ کو حرم کہنے کی وجہ یہ ہے کہ بہت سی وہ چیزیں جو اس کے علاوہ دوسری جگہوں میں حلال ہیں ، یہاں وہ حرام ہیں۔

"**حرمِ مدنی**" ان معنوں میں حرم نہیں، بلکہ مدینہ منورہ کی تعظیم وتکریم کی وجہ سے وہ حرم کہلاتا ہے ۔

علماء فرماتے ہیں :

"معنی حرمت دراں مجرد تعظیم وتکریم ست بے ثبوت احکام

دیگر مثل حرمت صید و قطع شجر ...... (اشعۃ اللمعات جلد دوم ص ۳۸۸)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کی حدیث :

"قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم امرت
بقریۃ تاکل القری" (متفق علیہ) ......

...... کی تشریح میں شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ حرم مدنی کی ایک خاصیت کا ذکر یوں کرتے ہیں۔

"ہر کہ در وے ساکن میگردد و وطن می سازد غالب می آید
و فتح می کند ہمہ بلاد را وایں خاصیت این بلدہ عظیم الشان
ست کہ ہر کہ در وے آمد بر ہمہ بلاد غالب گردید۔

(اشعۃ اللمعات جلد دوم، ص ۳۹۳)

مدینہ طیبہ کے اسمائے شریفہ میں اکالۃ القریٰ اور اکالۃ البلدان کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے شیخ محقق علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں :

و یکے از اسمائے ایں بلدہ مطہرہ اکالۃ القریٰ واکالۃ البلدان
ست از جہت تسلط و غلبہ وے بر سائر بلاد و امصار و نفاذ
امر وے بر تمامی اہل اقطار۔ (اشعۃ اللمعات جلد دوم ص ۳۹۳)

اسی حقیقت کو دوسرے مقام پر یوں بیان فرماتے ہیں :

واکالۃ البلدان واکالۃ القریٰ نیز بملاحظہ تسلط او بر جمیع

امصار و غلبہ امرا در جمیع اقطار و اغتنام غنائم وارتفاع خزائن از القاب او ست۔ (جذب القلوب الی دیار المحبوب مطبوعہ لاہور۔ص۱۰،۱۱)

کلمات علماء کا خلاصہ یہ ہے کہ مدینہ منورہ کے اسمائے مبارکہ میں سے ایک نام اکالۃ القریٰ اور دوسرا نام اکالۃ البلدان ہے، اس شہر مبارک کی خاصیت یہ ہے۔ کہ جو کوئی بھی اس شہر میں سکونت اختیار کرے، وہ تمام روئے زمین پر غالب آجاتا ہے، تمام خزانوں اور غنیمتوں پر اس کو دسترس دی جاتی ہے۔

محدثین اور شارحین کی تصریحات کی روشنی میں حضور سرکار مدینہ ﷺ کی سلطنت کی ہمہ گیری تسلط تام اور اقتدار کامل کا حال معلوم کیا جاسکتا ہے۔ جب آپ تاجدار حرم مکہ ہیں۔ اور تاجدار حرم مدینہ ہیں تو اقطار و امصار میں آپ کی تاجداری معروف و مسلم ہے۔

امام احمد رضا قدس سرہ نے حضور سرور کائنات ﷺ کی مملکت و سلطنت کو تاجدار حرم کی تلمیح میں بیان فرمادیا کلام کا یہ اعجاز دیدنی ہے فدائی اور شیدائی اس سے جو لطف اندوز ہوتے ہیں وہ انہی کا حصہ ہے۔

گذشتہ سطور میں اس امر کی طرف اشارہ گذرا کہ سرکار مدینہ سرور کائنات ہیں (ﷺ) زمین و آسمان میں آپ ہی کا حکم نافذ ہے۔ اس سلسلہ میں محدث جلیل علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے اس حقیقت کو معلوم کیجئے کہ :

"هذا ملك الجبال قد ارسله معك و امره ان لا يفعل شيأ الا بامرك"

(الریاض الانیقہ فی شرح اسماء خیر الخلیقہ طبع بیروت ص ۱۹۷۔ الدر المنثور جلد سوم ص ۲۹۷)

یارسول اللہ ! فرشتہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہاڑوں پر مقرر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے آپ کے ہمراہ کر دیا ہے۔ اور اسے حکم دیا ہے، کہ وہ آپ کے حکم کے بغیر کچھ نہ کرے۔

حل لغات :

☆ نو بہار :

(۱) بلخ کا آتش کدہ

(۲) بت کدہ (غیاث اللغات)

(۳) بسنت کا موسم، ہر وہ شے جس پر تازہ بہار آئی ہو

(فرہنگ عامرہ فیروز اللغات)

سلام کے اس مصرعہ میں تیسرے معنی مراد ہیں یعنی تازہ بہار

☆ شفاعت : سفارش، خواہش۔

مفسر کبیر امام فخر الدین رازی علیہ رحمۃ الباری شفاعت کا معنی اس طرح بیان کرتے ہیں۔

"فالشفاعة ان يستوهب احد لا حد شيأ و يطلب له حاجة و اصلها من الشفع الذى هو ضد الوتر كان

صاحب الحاجة فردا فصار الشفيع له شفعا ای
صار زوجا "۔ (تفسیر کبیر جلد ۳، ص ۵۵)

شفاعت یہ ہے۔ کہ ایک شخص دوسرے کے لئے کچھ مانگے، اوراس کی حاجت برآری کے لئے کوشش کرے۔ شفاعت کا مادہ اشتقاق شفع ہے، یعنی جوڑا۔ اور یہ لفظ جس کا معنی اکیلا ہے۔ کی ضد ہے۔ گویا حاجت مند اکیلا تھا شفاعت کرنے والا اس کا ساتھی بنا اور شفاعت کنندہ اس کا شفیع (جوڑا) بن گیا۔

علامہ عمر بن احمد خرپوتی، قصیدہ بردہ کی شرح میں شفاعت کا معنی بیان کرتے ہیں۔

" الشفاعة هی طلب العفو الفضل من الغير الى الغير "۔

(عصیدۃ الشھدۃ شرح قصیدہ البردۃ طبع کراچی، ص ۷۷)

علامہ شہیر شیخ زادہ قصیدہ بردہ کی شرح میں فرماتے ہیں۔

الشفاعة طلب العفو او الفضل للغير من الغير و قيل
طلب الغير للغير من الغير۔ (شیخ زادہ شرح قصیدہ بردہ طبع کراچی ص ۷۵)

خلاصہ یہ ہے۔

(۱) کسی سے دوسرے کے لئے معافی طلب کرنا شفاعت ہے۔
(۲) کسی سے دوسرے کے لئے افزودنی اور بخشش طلب کرنا شفاعت ہے۔
(۳) کسی سے دوسرے کے لئے خیر اور بھلائی چاہنا شفاعت ہے۔

امام البلغاء الشیخ احمد بن محمد بن علی المقری (المتوفی ۷۷۰ھ)
شفاعت کا معنی اس طرح واضح کرتے ہیں۔

"شفعت فی الامر شفعا و شفاعة طالبت بوسیلة او ذمام"

(مصباح المنیر طبع مصر ص ۱۵۳)

کسی ذریعہ اور واسطہ یا حق اور عزت سے کچھ طلب کرنا شفاعت ہے۔

محقق علی الاطلاق شیخ عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہ السامی شفاعت کی لغوی بحث کے بعد اصطلاحی معنی یوں بیان فرماتے ہیں۔

"در شفاعت نیز پیوستن شفیع ست بہ مجرم بدر خواست
گردن گناہاں وے از پروردگار عزت"

(اشعۃ اللمعات جلد چہارم، ص ۳۸۲)

"شفاعت" میں شفاعت کرنے والا مجرم سے بایں طور پیوستہ ہوتا ہے کہ اس کے گناہوں کی معافی بارگاہ رب العزت جل مجدہ سے چاہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضور شفیع المذنبین ﷺ کو جو اعزاز اکرام فضائل حمیدہ اور مناصب جلیلہ عطا فرمائے ہیں۔ وہ سب بے مثل و بے مثال ہیں بارگاہ رب العزت جل مجدہ میں محبوب اکرم کی وجاہت عزت، مرتبہ محبوبیت اور مقام مقبولیت میں کوئی اور شریک ہمسر نہیں، یہی وجہ ہے۔ متواتر احادیث میں یہ امر ثابت ہے، کہ مجرموں کے جرائم کی

معافی نیکوں کے درجات میں بلندی کے لئے حضور سرور انبیاء فخر کون و مکان ﷺ کی شفاعت مقبول ہے۔ خود رب العزت نے قرآن مجید میں آپ کی شفاعت کبریٰ کی خبر متعدد آیات میں دی ہے۔

یاد رہے کہ

شفاعت اور سینہ زوری دونوں الگ الگ ہیں بعض نادانوں نے دونوں کو ایک سمجھ کر شفاعت سید الانبیاء کا انکار کیا ہے۔ یہ یقیناً گمراہی اور جہالت ہے۔

چند آیات کریمہ کی تلاوت کی جاتی ہے۔ جن میں سرور شفیعاں ملجا مجرمان ﷺ کی شفاعت کا ذکر موجود ہے۔

(۱) و لسوف یعطیك ربك فترضیٰ ☆ (سورۃ الضحیٰ)

عنقریب آپ کا رب آپ کو عطا فرمائے گا سو آپ راضی ہو جائیں گے۔

(۲) و لو انهم اذ ظلموا انفسهم جاؤك فاستغفروا الله و استغفرلهم الرسول لوجدوا الله توابا رحیما ☆

(سورۃ النساء: ۶۴)

اگر یہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم کر کے آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو جائیں۔ اپنے اللہ سے مغفرت طلب کریں، اور رسول اللہ بھی ان کے لئے طلب رحمت فرمائے۔ تو یقیناً اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا رحیم پائیں گے۔

(۳) عسی ان یبعثك ربك مقاما محمودا ☆ (سورۃ بنی اسرائیل: ۷۹)
عنقریب آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا۔

(۴) یومئذ لا تنفع الشفاعة الا من اذن له الرحمن و رضی
له قولاً ☆ (سورۃ طہ: ۱۰۹)
قیامت کے روز کوئی شفاعت کام نہ آئے گی ہاں جسے اللہ رحمٰن نے شفاعت کی اجازت دی ہو گی۔ اور وہ اسی کی بات پر راضی ہوا۔

احادیث طیبہ میں حضور کی شفاعت کریمہ کا بیان جا بجا موجود ہے۔ صحاح، سنن، مسند، معجم...... غرض حدیث کی کون سی کتاب ہے جس میں احادیث شفاعت کے گلزار نہ کھلے ہوں۔

علامہ نووی شارح مسلم کا بیان اس سلسلہ میں کافی ہے۔ فرماتے ہیں:

قد جاء ت الاثار التی بلغت بمجموعها التواتر بصحة الشفاعة لمذنبی المومنین و اجمع السلف الصالح و من بعدهم من اہل السنة علیها۔ (شرح نووی حاشیہ مسلم جلد ۱، ص ۱۰۴)

شفاعت کے بارے میں احادیث اس کثرت سے وارد ہیں۔ کہ وہ مجموعی اعتبار سے درجہ تواتر کو پہنچتی ہیں سلف صالحین اور اہل سنت کا اسی پر اجماع ہے۔

علامہ عینی شارح بخاری بھی ایسی ہی بات ارشاد کرتے ہیں۔

للنبی ﷺ شفاعات متعددة کادخال الجنة بغیرحساب و رفع الدرجات فیشفع لکل احد بما یناسب حاله۔ (عینی شرح بخاری جلد ۵، ص ۱۲۳)

یوں توبروز قیامت ہم گناہگاروں کے بہت سے شفاعت کرنے والے ہوں گے ۔ مثلاً انبیائے کرام ، اولیائے کاملین ، علمائے عظام ، مشائخ کرام ،کعبۃ اللہ ، حجر اسود ، قرآن مجید ، ماہ رمضان اور چھوٹے بچے مگر شفاعت کا دروازہ سب سے پہلے حضور شفیع المذنبین ﷺ کے دست مبارک سے کھولا جائے گا۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہ السامی فرماتے ہیں :

اول کسے کہ فتح باب شفاعت کند آں حضرت باشد پس
در حقیقت شفاعا تہاہمہ راجع بحضرت وے بود واوست
صاحب شفاعات علی الاطلاق ۔ (اشعۃ اللمعات جلد ۴، ص ۳۸۲)

حضور سرور کون و مکان شفیع مجرماں ﷺ کی اس صفت کریمہ ...... شفاعت کبریٰ کو امام احمد رضا قدس سرہ نے "نو بہار شفاعت" کے پیارے لقب سے بیان کیا ہے بارگاہ رب العزت میں حضور ﷺ کی عزت و کرامت سے مجرموں کی مشکل آسان ہو گی گویا باغ شفاعت میں تازہ بہار کا نام "مصطفیٰ" ہے۔

﴿صلی اللہ علیہ وسلم تسلیماً کثیراً﴾

☆☆☆☆☆

مہرِ چرخِ نبوت پہ روشن درود
گلِ باغِ رسالت پہ لاکھوں سلام

حل لغات :

☆ مہر : محبت

ا۔ الفت، ولا، مودت، رحم، شفقت، رحمت کا فرشتہ

ب۔ سورج، خورشید، آفتاب، نیر اعظم۔ اس مقام پر دوسرے معنے مراد ہیں۔

☆ چرخ : آسمان، چرخی، چکر کھانے والی چیز۔

☆ نبوت : نون اور با کے ضمہ، واو کی تشدید اور فتحہ کے ساتھ نبی کے منصب شرعی کو نبوت کہتے ہیں۔

صرفی علماء کے نزدیک لفظ نبی کے تین مادہ اشتقاق ہیں۔ اس لئے اس کے لغوی معنوں میں بھی اختلاف ہے۔ مادہ اشتقاق یہ ہیں۔

ا ۔ النباوۃ ۔ (معتل اللام) اس صورت میں اس کا معنی ہے۔ بلندی، ارتفاع، بلند زمین۔

۲ ۔ النباء ۔(مھموز اللام) اس صورت میں اس کا معنی یہ ہے۔ خبر دینا،
ظاہر ہونا۔

۳ ۔ النبأة ۔ خفی آواز ۔ (نبراس، طبع لاہور ص ۸، خرپوتی، شرح قصیدہ بردہ، شیخ زادہ، طبع کراچی، ص ۴۷)

لغوی طور پر مذکورہ تینوں معانی کا اطلاق درست ہے۔

۱۔ نبی "مخبر عن الغیب" ہے ۔ اپنے علاوہ دیگر تمام مخلوق سے بلند مرتبہ والا ہے۔

۲ ۔ نبی حقائق کو ظاہر فرماتا ہے۔

۳ ۔ نبی وحی جیسی خفی آواز سنتا ہے۔

المنجد کے اردو ترجمہ (جس کی تصدیق علمائے دیوبند نے کی) میں النبیء و النبی کا معنی یوں لکھا ہے :

"اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام کی بنا پر غیب کی باتیں بتانے والا، پیشین گوئی کرنے والا، خدا تعالیٰ کے متعلق خبریں دینے والا"۔

اصطلاح شرع میں "نبی" وہ انسان ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی طرف مبعوث فرمایا تاکہ وہ وحی الٰہی کی تبلیغ کرے، علمائے اسلام نے نبی کے لئے تین شرائط کا ہونا ضروری قرار دیا ہے۔

محدث شہیر مولانا عبدالعزیز پرہاروی علیہ الرحمۃ(م ۱۲۳۹ھ) نے انہیں یوں جمع فرمایا ہے۔

"لابد فی النبی من ثلثة شروطٍ احدھا الاطلاع علی المغیبات ......ثانیھا ان یطیعه ہیولی العناصر فیتصرف فیھا ...... ثالثھا ان یری القوی المجردة متمثلة ویسمع کلامھم"

(نبراس شرح شرح عقائد (ملخصاً) ص ۴۲۹)

نبوت کے لئے علماء نے جن تین شرائط کو بیان کیا ہے ان کا خلاصہ یہ ہے

۱۔ نبی کو اخبار ماضیہ اور مستقبلہ پر اطلاع دی جاتی ہے۔

۲۔ تمام عناصر میں نبی کو تصرف کی قوت عطا کی جاتی ہے، اسی قوت سے ہیولی عالم میں ہر تصرف، جسے وہ چاہتا ہے۔ کرتا ہے، خارق عادت امور پر اسے تصرف کی قدرت عطا کی جاتی ہے۔

۳۔ نبی ان قوایء مجردہ اور ارواح مقدسہ (فرشتوں اور دیگر نورانی مخلوق) کو محسوس صورت میں دیکھتا ہے۔ ان سے وہ کلام سنتا ہے، جب کہ دیگر مخلوق ان قوایء مجردہ کو دیکھنے کی قدرت نہیں رکھتی۔ حکما اور صوفیہ کے طور پر یہ شرائط اس لئے ضروری ہیں تاکہ نظام معاد، معاش اور فیوضات کی تکمیل ہو سکے۔

آنکھ کو خس و خاشاک اور پسینے وغیرہ سے محفوظ رکھنے کے لئے پلکیں بنائی گئیں۔ حکمت الہیہ سے نظام کائنات کی بقا کے لئے نبی کو مذکورہ بالا اوصاف بطور شرائط عطا ہوتی ہیں۔

مرتبہ نبوت کے حصول کے بعد نبی سے نبوت کا زوال ممکن نہیں اور نہ ہی نبی کو مرتبہ نبوت سے معزول کیا جا سکتا ہے۔ بلکہ نبی تو مرتبہ بلوغت سے پہلے اور نزول وحی سے پہلے بھی نبی ہوتا ہے۔ اسی طرح بعد وصال بھی نبی، نبی ہی رہتا ہے۔ البتہ اس پر تبلیغ کا فریضہ باقی نہیں رہتا، بعد وصال اسے نبی ہی کہیں گے، نبی ہی مانیں گے۔ بعد وصال اس کی نبوت سے انکار اسی طرح کفر ہے جس طرح قبل وصال اس کی نبوت کا انکار کفر تھا۔ حضور خاتم المرسلین ﷺ کی بعثت سے قبل جتنے انبیائے کرام دنیا میں تشریف لائے باستثنائے چند سب وصال فرما چکے ہیں، لیکن ان کی نبوت و رسالت کا اقرار ایک مومن کے ایمان کا حصہ ہے۔

"امنت باللّٰہ و ملائکتہ و کتبہ و رسلہ"

عارف باللہ حضرت ابو شکور سالمی (معاصر حضرت سلطان الاولیاء سیدنا علی بن عثمان داتا گنج بخش ہجویری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما جنہوں نے ۴۶۰ھ میں امام ابو بکر محمد بن حمزہ خطیب سمرقندی سے کتب فقہ کا درس لیا) فرماتے ہیں۔

"النبی کان نبیاً قبل البلوغ و قبل الوحی کما انه نبیٌ بعد الوحی و بعد البلوغ والدلیل علیه قوله تعالیٰ فی قصة عیسیٰ علیه السلام و کان فی المهد صبیاً قال انی عبد الله اتانی الکتاب و جعلنی نبیاً و جعلنی مبارکاً" (تمہید طبع لاہور (۱۳۸۰ھ) ص ۶)

حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ صلوات اللہ و سلامہ علیہ کے بارے میں ارشاد ربانی ہے۔

"واذکر فی الکتاب ابراہیم انہ کان صدیقاً نبیاً"

(مریم، ۴۱)

اور کتاب میں ابراہیم کو یاد کرو بے شک وہ صدیق تھا نبی (غیب کی خبریں دیتا)۔

اسی طرح یہی کلمات : "انہ کان صدیقاً نبیاً"

قرآن مجید میں متعدد مرتبہ سیدنا ادریس علیہ السلام کے لئے استعمال ہوئے۔ (ملاحظہ ہو۔ سورہ مریم، ۵۶)

اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لئے۔

"وکان رسولاً نبیاً" (مریم۔ ۵۴،۲۱)

اور حضرت ہارون علیہ السلام کے لئے۔

"اخاہ ھارون نبیاً" (مریم، ۵۳)

کئی آیات مقدسہ موجود ہیں جن میں بعد وصال اب بھی انہیں نبی کے مبارک نام و منصب سے یاد کیا گیا ہے۔ انبیائے کرام علیہم السلام کے اجتماعی ذکر کے موقعہ پر فرمایا۔

"اولئك الذين انعم الله عليهم من النبيين من ذرية آدم و ممن حملنا مع نوحٍ و من ذرية ابراهيم و اسرائيل"

(مریم، ۵۸)

اسی نوعیت کا ذکر :(سورہ بقرہ، ۱۳۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۶۱، ۲۱۳، ۷۷۔ مائدہ، ۴۴، ۴۴ ۔ آل عمران، ۸۴، ۳۱۔ بنی اسرائیل، ۵۵۔ زمر، ۶۹۔ نساء، ۶۹، ۱۶۳۔ احزاب، ۷)۔ آیات مقدسہ میں موجود ہے۔ ان آیات سے صاف ظاہر ہے کہ انبیائے کرام کو اعلان نبوت سے پہلے اور بعد وصال مبارک "نبی" کے نام سے یاد کیا گیا ہے، ان کا احترام اور اعتراف عظمت ہر حال میں لازم ہے، یہی وجہ ہے کہ انبیائے کرام کا صغیرہ و کبیرہ گناہوں سے معصوم ہونا ضروری ہے۔ یہ عصمت اعلان نبوت سے پہلے بھی موجود رہی۔

شیخ الاسلام حضرت ابو شکور سالمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

"قال اهل السنة و الجماعة ان الانبياء صلوات الله عليهم قبل الوحی كانوا انبياء معصومين واجب العصمة والرسول قبل الوحی كان رسولاً نبياً ماموناً و كذلك بعد الوفاة" (تمہید طبع لاہور (۱۳۸۰ھ) ص ۶۷)

نیز فرماتے ہیں۔

" فعصمة الأنبياء انما يثبة من طريق الوجوب لا من طريق الجواز" (تمہید، طبع لاہور۔ ص ۶۸)

نیز موصوف فرماتے ہیں۔

" فاذا ثبت ان العصمة واجبٌ فی خق الانبیاء
صلوات الله و سلامه علیهم وجب ان یکونوا
معصومین عن الصغائر و الکبائر" (تمہید،۲۸)

امام الائمہ، سراج الامہ، حضرت امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ کا ارشاد بھی پڑھتے چلئے۔

"اما هو ﷺ فکما قال الامام الاعظم و لم یرتکب صغیرةً
ولا کبیرةً و اما قوله تعالی، عفاالله عنك لم اذنت لهم الآیة
و کذالك قوله تعالی ـ و ماکان لنبیٍ ان یکون له اسریٰ
الآیة فمحمولٌ علی ترك الاولٰی بالنسبة الی مقامه الاعلیٰ"

(شرح فقہ اکبر مطبع مجتبائی دہلی (۱۳۴۸ھ) ص ۷۴)

ترجمہ: امام اعظم فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ صغیرہ وکبیرہ، ہر قسم کے گناہوں سے محفوظ ہیں۔ ارشاد ربانی۔

" عفاء الله عنك لم اذنت لهم " (سورہ توبہ)

اللہ تعالیٰ تمہیں معاف کرے تم نے انہیں کیوں اذن دے دیا۔

اور ارشاد ربانی: "وما کان لنبی ان یکون له اسری" (سورۃ انفال)

ترجمہ: کسی نبی کو لائق نہیں کہ کافروں کو زندہ قید کرے جب تک ان کا خون خوب نہ بہالے...... اور اس طرح کی دیگر آیات میں گناہ مراد نہیں، بلکہ آپ کے مقام اعلیٰ کی نسبت سے یہاں "ترک اولیٰ" مراد ہے۔

خلاصہ عبارات یہ ہے !

۱۔ انبیائے کرام علیہم السلام سب کے سب معصوم ہیں۔

۲۔ ان کی عصمت وجوبی ہے جوازی نہیں، یعنی ان کا گناہوں سے معصوم ہونا لازمی ہے۔

۳۔ نبی ہر صغیرہ گناہ اور ہر کبیرہ گناہ سے معصوم ہوتا ہے۔

۴۔ نبی کی گناہوں سے عصمت اعلان نبوت کے بعد کی طرح قبل وحی بھی لازمی ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو نبی کا اسوہ واجب التقلید نہ رہے گا۔

حفاظت ربانی اور عصمت کے باعث انبیائے کرام علیہم السلام سوء خاتمہ کے خوف سے ہمیشہ مامون رہے۔ عظمت الٰہی کی معرفت، اس کی قاہر سلطنت، ہیبت اور جلال کے مشاہدہ کے باعث انہیں یہ امن عطا ہوا۔ علمائے راسخین فی العلم نے فرمایا۔

"فکان معرفة عظمة الله و سلطانه و هيبته و جلاله غالباً عليهم والانبياء صلوات الله عليهم مامونون عن خوف الخاتمة" (تمہید، طبع لاہور، ص ۸۶)

انبیائے عظام ہر لحہ مشاہدہ ربانی میں ہوتے ہیں، اسی باعث وہ گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں۔ خوف سوئے خاتمہ سے انہیں امان عطا ہوتی ہے۔

مقام نبوت کے تصور کو اجمالی طور پر سمجھنے کے لئے گذشتہ سطور انشاءاللہ مفید ہوں گی۔

آسمان نبوت میں انبیائے کرام علیہم السلام چمکتے چاند ہیں اور ہمارے آقا و مولی حضور سید الانبیاء و نبی المرسلین ﷺ روشن آفتاب ہیں۔ قرآن مجید، احادیث طیبہ اور کلام ائمہ دین میں حضور ﷺ کے اسماء میں "سراج منیر" بڑی کثرت سے وارد ہوا ہے۔ سورۂ احزاب میں حضور ﷺ کے اوصاف میں فرمایا گیا۔

"و سراجاً منيراً" (الاحزاب،۴۶) اور چمکا دینے والا آفتاب۔

محدث شہیر قاضی عیاض علیہ الرحمۃ (م ۵۴۴ھ) فرماتے ہیں

"وقال فيه وسراجا منيرا سمى بذلك لوضوح امره و بيان نبوته و تنوير قلوب المؤمنين والعارفين بما جاء به"

(الشفا، طبع بیروت، ج۱، ص ۲۳۷، ۲۳۸)

محدث جلیل ملا علی القاری علیہ الرحمۃ الباری اس کی شرح میں فرماتے ہیں۔

"ای فی حقِّ نبیه (وسراجاً منیر)ای شمساً مضیاً لقوله تعالی و جعل فیها سراجاً و قمراً منیراً ففیه تنبیه نبیه ان الشمس اعلی الانوار الحسیة و ان سائرهامستفیض منها فکذلك النبی علیه الصلوة والسلام اعلی الانوار المعنویة واما باقیها مستفید منه بحکم النسبة فی الدائرة الکلیة کما یستفاد من حدیث اول ما خلق الله نوری"

(شرح شفا، ج۲، ص۴۱۶ طبع دار الفکر)

حاصل کلام: یہ ہے کہ جس طرح آفتاب فلک کا نور تمام انوارِ حسیہ میں اعلیٰ ہے۔ اور تمام انوارِ حسیہ اسی سے مستفیض ہیں اسی طرح حضور علیہ السلام کا نور مقدس تمام انوارِ معنویہ سے افضل و اعلیٰ ہے۔ باقی تمام انوار معنویہ (اور حسیہ) آپ کے نور اقدس سے فیض پاتے ہیں۔ حدیث "اول ما خلق الله نوری" اس مفہوم کو واضح کرتی ہے۔ حضور کے نور حقیقت افروز سے تمام چمکنے والوں نے ایسا نور پایا کہ وہ خود آفتاب عالم تاب بن گئے۔ آپ کے نور نبوت نے تمام ضمائر، ابصار، قلوب، ارواح اور اجسام کو منور فرمایا۔ اسی مناسبت سے آپ کو آفتاب عالمتاب اور مہر

نیمروز سے تشبیہ دی جاتی ہے۔ حضور سید الانبیاء ﷺ کا نور تمام انوار حسیہ ومعنویہ کا مصدر و منبع ہے۔

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے
میرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے

یہاں ایک نکتہ واجب الحفظ ہے۔ اس سے غفلت ایمان کو زائل کر دیتی ہے۔ کہ ہر نبی اور ہر رسول جس طرح اپنے وصال سے پہلے نبی اور رسول ہوتا ہے اسی طرح بعد وصال بھی ان کو نبوت و رسالت سے معزول نہیں کیا جاتا بلکہ حین حیات ظاہری میں نیند کی حالت میں بھی ان کو نبوت و رسالت سے معزول نہیں کیا جاتا (یاد رہے کہ انبیاء و مرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین کی نیند صرف آنکھوں کی نیند ہوتی ہے ان کے دل ہمیشہ بیدار رہتے ہیں) حضور پر نور مہر چرخ نبوت ﷺ سے پہلے جتنے انبیاء تشریف لائے اور اب ان کا وصال ہو چکا ہے (باستثنائے چند کے) سب کو بعد وصال بھی نبی اور رسول کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ قرآن مجید نے ان کو نبی و رسول ہی فرمایا۔ اسی طرح حضور سید الانبیاء ﷺ کو وصال کے بعد نبی ہی کہا جاتا ہے، نبی ہی مانا جاتا ہے، ان کی نبوت پر ایمان لانا اور ان کو نبی تسلیم کرنا ایمان کا لازمی جز ہے۔ کلمہ طیبہ

"لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ"

جو حضور کے وصال مبارک سے پہلے پڑھا جاتا تھا۔ بعد وصال بھی اسی طرح "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" پڑھا جاتا ہے۔ اگر حضور

رسله لانفرق بین احد من رسله فاللّٰہ تعالی سماھم رسلاً بعد الموت ولایقع الفرق بین الحی والمیت فی الرسالۃ"
(تمہید طبع لاہور (۱۹۶۰ء) ص ۷۷)

اہل سلام کا اس پر اجماع ہے کہ نیند انبیاء کی نبوت کو معزول نہیں کر سکتی اور اسی طرح یہ بھی اجماعی عقیدہ ہے کہ وصال سے بھی انبیاء کی نبوت معزول نہیں ہوتی۔ انبیاء علیہم السلام اپنے وصال کے بعد بھی انبیاء ہی ہیں، علماء انبیاء کے خلیفہ ہوتے ہیں...... حضور انور ﷺ کے وصال کے بعد علماء بمنزلہ انبیاء کے ہیں...... وصال کے بعد انبیاء کی نبوت پر ایمان لانا ایسا ہی ضروری ہے جیسا کہ وصال سے قبل...... بالفرض محال اگر وصال انبیاء کی نبوت کو زائل کر دیتا تو کلمہ طیبہ میں "محمد اللّٰہ کے رسول ہیں" پر ایمان درست نہ رہتا۔ بلکہ کلمہ طیبہ میں یوں کہا جاتا "محمد اللّٰہ کے رسول تھے"...... جب کہ اجماع یہ ہے کہ "محمد اللّٰہ کے رسول ہیں" صحیح ہے، اس طرح یہ عقیدہ بھی صحیح ہے۔ کہ وصال انبیاء کی نبوت کو زائل نہیں کر سکتا...... ایسا ہی اذان میں ہم کہتے ہیں" اشھد ان محمد رسول اللّٰہ "(میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللّٰہ کے رسول ہیں)...... حکم نبوت انبیاء کے بارے میں ثابت ہو چکا، اسی طرح ان پر ایمان لانے کا حکم بھی پایہ ثبوت کو پہنچ چکا ہے، بلکہ حکم ایمان تو زیادہ قوی اور اولی طور پر ثابت ہوا، وصال سے ان پر ایمان لانا زائل

علیہ الصلوۃ والسلام یا کوئی اور نبی بعد وصال نبوت کے مرتبہ سے معزول ہو جاتا یا ان سے مرتبہ نبوت و رسالت سلب کر لیا جاتا ممکن ہوتا (العیاذ باللہ) تو اب کلمہ اسلام یوں ہوتا۔

"لا اله الا الله كان محمد رسول الله"

یعنی ایک اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں محمد اللہ کے رسول تھے...... حالانکہ یہ صراحتاً باطل ہے اہل اسلام میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں۔

عارف باللہ حضرت ابو شکور سالمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

"ثم اجمعنا على انه لا يصير معزولا بالنوم فكذلك بالموت ولان الانبياء قد وجدوا بعد الوفات لان العلماء خلفا الانبياء والعلماء كا لانبياء بعد النبي عليه الصلوة و السلام ولان الايمان بالانبياء واجب بعد الوفاة كما انه واجب قبل الوفات ثم لو كانت النبوة مما تزول بالموت لكان لا يصح الايمان بقول محمد رسول الله ويقتضى ان يقول كان محمد رسول الله واجمعنا على انه يصح ايمانه فيصح ما قلنا و كذلك فى الاذان ان نقول اشهد ان محمد رسول الله ولان حكم النبوة ثابت كحكم الايمان بل اقوى و اولى فالموت لا يزول الايمان عنه ولا يخرج عن كونه مؤمنًا فكذالك النبوة والله تعالى يقول كل امن بالله و ملائكته و كتبه و

نہیں ہوتا۔

......ارشاد ربانی ہے "کل امن باللہ و ملائکتہ و کتبہ و رسلہ لا نفرق بین احد من رسلہ" (راسخین فی العلم اللہ پر اس کے فرشتوں پر اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے ہیں، اور کہتے ہیں کہ ہم اس کے رسولوں میں سے کسی میں بھی تفریق نہیں کرتے...... یعنی بعض پر ایمان لائیں اور بعض کا انکار کر دیں......)

اللہ تعالیٰ نے وصال کے بعد انہیں رسول ہی فرمایا۔ موت وحیات میں ان کی رسالت و نبوت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

مقام نبوت کے بارے میں بقیۃ السلف امام ابراہیم بن اسماعیل مستملی بخاری علیہ رحمۃ الباری (متوفی ۴۳۴ھ) کی تحقیق ملاحظہ فرمائیں یاد رہے کہ امام موصوف، حضور داتا گنج حضرت عثمان بن علی ہجویری علیہ رحمۃ الباری (۴۶۵ھ) کے ہم عصر ہیں۔

انبیاء ہمیشہ در مقام مزید باشند و ہر ساعتے لابل ہر نفسے لابل ہر لحظے لابل ہر خطرتے ایشاں را قرب زیادت کرد......

شرح تعرف مطبوعہ نولکشور لکھنو ۱۳۳۰ھ ج ۲ ص ۱۸۲۔

ترجمہ: انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے درجات ہمیشہ بڑھتے رہتے ہیں۔ ہر ساعت میں بلکہ ہر سانس میں بلکہ ہر لحظہ میں بلکہ ہر خطرہ قلب میں

قرب خداوندی میں ان کے مراتب عالیہ زیادہ ہوتے ہیں۔

انبیاء کے درجات و مراتب ایک مقام پر رکتے نہیں تو کس طرح ممکن ہے کہ ...... کوئی مخلوق...... ان کے مقامات رفیعہ کا ادراک کما حقہ کر سکے۔

مذکورہ بالا ضروری تصریحات کو دوبارہ پڑھئے اور ان کو مد نظر رکھتے ہوئے۔ مصرعہ اول۔

" مہر چرخ نبوت پہ روشن درود"

کو سمجھنے کی کوشش کیجئے:

مقام نبوت :

☆ ...... جس کے کمالات ہر آن بڑھ رہے ہیں۔
☆ ...... جس کے کمالات کا احاطہ مخلوق کی قدرت سے ماورا ہے۔
☆ ...... جس کے مرتبہ کو زوال ممکن نہیں۔
☆ ...... جو ہر نقص و عیب سے پاک ہے۔
☆ ...... جس کی عصمت واجب ہے۔
☆ ...... جس کا مرتبہ بلوغت سے قبل بھی ایسا ہی ہوتا ہے جیسا کہ بلوغت کے بعد۔
☆ ...... جو وصال اور نیند سے بھی زائل نہیں ہوتا۔

☆ ......جس کا خاصہ لازمہ ہے کہ وہ تمام مخلوقات کی ہر شے پر اطلاع رکھتا ہے۔

☆ ......تمام مخلوق اس کی اطاعت کرتی ہے۔

☆ ......جس کا جسم روح سے بھی لطیف تر ہوتا ہے۔

اور دوسرے تمام ضروری خواص کی حامل ذات قدسی صفات حضور اکرم ﷺ آسمان نبوت کے درخشاں چاند پر نوری درود ہو۔

آسمان اور چاند کی نسبت سے درود شریف کی صفت "روشن" کا ذکر لطف سے خالی نہیں۔

"گل باغ رسالت پہ لاکھوں سلام"

☆ گل : پھول

☆ رسالت : نبی کا منصب تبلیغ

یہ مسئلہ علماء میں معرکۃ الاراء ہے کہ نبوت اور رسالت میں کون سی نسبت ہے ؟ مشہور یہ ہے کہ نبی وہ ہے۔ جس کی طرف وحی کی گئی ہو اور رسول وہ ہے جس کی طرف وحی کی گئی ہو۔ اور اسے تبلیغ کا کام بھی تفویض کیا گیا ہو۔اس طرح ہر رسول نبی ہے۔ لیکن اس کا عکس درست نہ ہوگا۔

ملا علی قاری مکی (المتوفی ۱۰۱۴ھ) علیہ رحمۃ الباری فرماتے ہیں،

" الاشهر فی الفرق بينهما من المنقول بان النبی اعم من الرسول اذ الرسول من امر بالتبليغ و النبی من اوحی اليه اعم من ان يؤمر بالتبليغ ام لا ...... والاظهر انهما متغائر ان لقوله تعالی وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبی الآية و لبعض الاحاديث الواردة فی عدد الانبياء و الرسل عليهم السلام ۔(ملخصاً)"

(شرح فقہ اکبر، طبع مجتبائی دہلی ص۷۲، ۷۳)

حضور سید المرسلین ﷺ نبی بھی ہیں اور رسول بھی بلکہ مخلوقات میں جتنے اوصاف حمیدہ و کمالات جلیلہ ممکن ہیں آپ ان سب کے جامع ہیں ...... بلکہ مخلوقات کے اوصاف حمیدہ آپ کے کمالات جلیلہ کا پرتو حسین ہیں۔ آپ کی ذات میں وہ کمالات علیہ جمع ہیں جن میں سے مخلوق کا کوئی حصہ نہیں۔

شیخ محقق علی الاطلاق شیخ عبد الحق محدث دہلوی (المتوفی ۱۰۵۲ھ) علیہ رحمۃ الحق فرماتے ہیں۔

" وحد وضابطہ در وصف وے ﷺ آنست کہ ہر چہ جز مرتبہ الوہیت است از فضل و کمال ہمہ اورا ثابت است و ہیچ کس کامل تر از وے و مساوی باو نیست " (مدارج النبوت جلد اول)

مخواں اوراخدا ازبہر امر شرع وحفظ دیں
دگر ہر وصف کش میخواہی اندر مدحش انشا کن

امر شرع اور دیں کی حفاظت یہ ہے۔ حضور اکمل الاولین الاخرین کو خدا نہ کہو اور نہ آپ میں خدائی صفات جیسی صفات ثابت کرو۔ اس کے علاوہ جو اوصاف مخلوق میں ممکن ہیں سب ہی حضور اکرم ﷺ کی ذات شریفہ کے لئے ثابت کرو۔ اور ان سب کے ساتھ آپ کی تعریف کرو۔

سلام کے مصرعہ اولٰی میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے لئے وصف نبوت کا ذکر ہو اور مصرعہ ثانیہ میں وصف رسالت کا یہ امر عین حقیقت ہے۔ عالم وجود اور عالم شہود میں ایسا ہی واقع ہے۔

علامہ نورالدین علی بن سلطان محمد القاری الہروی المکی علیہ رحمۃ الباری فرماتے ہیں۔

"ثم فی تقدیم النبوۃ علی الرسالۃ اشعار بما ھو مطابق فی الوجود من عالم الشھود و ایما بما ھو الاشھر"
(شرح فقہ اکبر۔ طبع مجتبائی دہلی، ص ۷۲)

عالم وجود میں عام طور مشاہدہ ایسا ہی ہے۔ کہ نبوت کو رسالت سے مقدم سمجھا گیا ہے اور غالباً مشہور بھی اسی طرح ہے۔

اسی طرح اغلب اور اشہر کی رعایت کرتے ہوئے مصرعہ اولیٰ میں نبوت کاذکر ہے۔ اور مصرعہ ثانیہ میں رسالت کاذکر فرمایا۔

69 یاد رہے کہ حضور کو خورشید عالم اور آفتاب عالمتاب کہنا ایجاد بندہ نہیں بلکہ یہ وصف کمال حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے ثابت ہے۔

علامہ عمر بن احمد خرپوتی شارح قصیدہ بردہ فرماتے ہیں۔

"اعلم ان القسطلانی عد الشمس فی المواهب اللدنية من اسمائه عليه الصلوة و السلام حيث قال و اما الشمس فسمى بها ﷺ لكثرة نفعه و علو رفعته وظهور شريعته وجلالة قدره و عظم منزلته لانه لايحاط بكماله حتى لا يسع الرائى ان ينظر اليه ملى عينه اجلا لا له كما ان الشمس فى الرتبة ارفع من انواع الكواكب لانها فى السماء الرابعة و الانتفاع بها اكثر من غير ها كما لا يخفى و ايضا لما كان سائر الكواكب يستمد من نورها ناسب تسمته ﷺ بها لان نور الانبياء استمد من نوره عليه السلام"

(عصيدة الشهدة شرح قصيدة البردة، طبع کراچی ص ۱۰۱)

علامہ قسطلانی شارح بخاری نے "آفتاب عالمتاب، خورشید تابان، مہر منیر اور چمکتا ہوا سورج" کو حضور علیہ السلام کے اسماء شریفہ میں شمار کیا

ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ آپ کا نام نامی مہر منیر اور آفتاب عالمتاب اس لئے رکھا گیا ہے کہ آپ کی ذات بابرکات سے کثیر نفع ملتا ہے آپ کی رفعت شان آپ کی شریعت مطہرہ کے ظہور تام آپ کی جلالت قدر اور عظیم منزلت کے باعث آپ کا نام مہر نیمروز ہے اور اس لئے بھی کہ آپ کے کمالات کا کوئی بھی احاطہ نہ کر سکا آپ کی جلالت قدر اور رفعت شان کی وجہ سے کوئی بھی آپ کو آنکھ بھر کر نہ دیکھ سکا۔ جیسا آسمانی سورج دیگر ستاروں کی نسبت ارفع ہے اور اس سے دیگر ستاروں کی نسبت زیادہ نفع اٹھایا جاتا ہے ......

اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ دیگر تمام ستارے سورج ہی سے روشنی حاصل کرتے ہیں۔ اسی طرح تمام انبیائے کرام بھی حضور انور نور مجسم ﷺ سے نور حاصل کرتے ہیں اس لئے آپ کا نام نامی خورشید تاباں مہر منیر آفتاب عالمتاب رکھنا زیادہ مناسب ہے۔

درج بالا اقتباس میں علامہ قسطلانی اور علامہ عمر خرپوتی علیہما الرحمۃ و الرضوان نے حضور کے نام مہر نیمروز کی مناسبت نہایت احسن انداز میں بیان فرمائی۔

شیخ المشائخ علامہ محی الدین محمد بن مصطفیٰ المعروف بہ شیخ زادہ نے حضور کے نام نامی مہر تاباں، مہر چرخ نبوت کی ایک اور احسن توجیہ فرمائی ہے۔

شرح قصیدہ بردہ میں لکھتے ہیں۔

"فالمعنی ان سیدنا ﷺ شمس من فضل اللہ تعالی طلعت علی العالمین و الانبیاء اقمارها یظهرن الاقمار الانوار المستفاده منها فی عالم الشهادة عند غیبتها عنها و یخفین عند ظهور سلطان الشمس فینسخ دینه جمیع ادیانها ﷺ صاحب الملة و مشیدار کانها" (شرح قصیدہ بردہ، طبع کراچی۔ ص ۱۰۲، ۱۰۳)

ہمارے آقا ﷺ اللہ کے فضل کا مہر تاباں ہیں یہ روشن سورج تمام مخلوقات پر طلوع ہوا۔ دیگر تمام انبیاء اس سورج کے گرد بمنزلہ چاند کے ہیں حضور کی غیبوبت کے زمانہ میں یہ چاند چمکے اور جب سلطان شمس کا ظہور ہوا۔ یہ چاند چھپ گئے۔ گویا حضور کے دین نے تمام ادیان سابقہ کو منسوخ کر دیا۔

انہی حقائق کو علامہ نور الدین علی بن سلطان محمد القاری الہروی علیہ رحمۃ الباری نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے ان کی طویل عبارت کا آخری حصہ یہ ہے۔

"و فیه اشارة الی نسخ شریعت نبینا ﷺ من قبله من الانبیاء و ایماء الی ان یومه لیس بعده لیل و دنیه لا یعقبه زوال و فناء" (الزبدۃ العمدۃ فی شرح البردۃ، طبع دربار گولڑہ شریف۔ حصہ اول، ۱۳۰۷ھ، ص ۶۵)

ــــہ کل آی اتی الرسل الکرام بھا
فانما اتصلت من نورہ بھم
ــــہ فانہ شمس فضل ھم کو اکبھا
یظھرن انوار ھا للناس فی الظلم

۷۲

ــــہ قرنوں بدلی رسولوں کی ہوتی رہی
چاند بدلی کا نکلا ہمارا نبی ﷺ
ــــہ کیا خبر کتنے تارے کھلے چھپ گئے
پر نہ ڈوبے نہ ڈوبا ہمارا نبی ﷺ

سلام کے اس شعر کے مصرعہ ثانیہ میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو "گل باغ رسالت" کہا گیا ہے یہ تشبیہ بھی کلام اسلاف میں کثرت سے موجود ہے۔

علامہ شرف الدین بوصیری (المتوفی ۶۹۴ھ) علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

ــــہ کالزھر فی ترف وا لبدر فی شرف
و البحرفی کرم و الدھر فی ھمم

چوں شگوفہ در طراوت ہمچو دریا در کرم
در شرف چوں ماہ کامل چوں زمانہ در ہمم

حضور علیہ الصلوۃ والسلام تازگی میں شگوفہ، بزرگی میں چودھویں رات کے چاند، بخشش میں دریا اور ہمت میں زمانہ ہیں۔

وہ زبان جس کو سب کن کی کنجی کہیں
اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام

حل لغات :

☆ زبان :

(۱) بولی، مفہوم آواز، مجموعہ الفاظ جو کسی ملک یا قوم یا ملت یا جماعت کے درمیان باہمی اظہار خیالات کا ذریعہ ہو۔

(۲) عضو گویائی کا نام، جیبھ

اس شعر میں دوسرے معنی مراد ہیں۔ قوت گویائی کا عضو۔

☆ کن : ہو جا، یہ اللہ تعالیٰ کے اس حکم کا لفظ ہے جس پر کائنات پیدا ہوئی۔

قاضی ناصر الدین عبد اللہ بن عمر بیضاوی علیہ رحمۃ الباری (متوفی ۶۹۱ھ) حقیقتِ "کن" کو نہایت جامع الفاظ میں یوں بیان فرماتے ہیں۔

هو تمثيلٌ لتاثير قدرته فى مراده بامر المطاع للمطيع في حصول المامور من غير امتناعٍ و توقفٍ و افتقارٍ الى مزاولة عملٍ و استعمال آلةٍ قطعا لمادة المشبهة و هو قياس قدرة الله تعالىٰ على قدرة الخلق ۔

(تفسیر بیضاوی ۔ جلد ثانی، مطبوعہ مصر (۱۳۳۰ھ) ص ۱۹۳، ۱۹۴)

خلاصہ مفہوم یہ ہے۔ مامور بہ کے حصول میں مطیع و فرمانبردار اپنے مطاع کا حکم جس طرح تسلیم و قبول کرتا ہے۔ اسی طرح ذات باری تعالیٰ کی قدرت کاملہ اپنی مراد (ارادہ کی ہوئی شے) میں تاثیر کرتی ہے۔ اس تمثیل میں یہ امر بھی ملحوظ اور بمنزلہ شرط کے ہے کہ امر اور مامور بہ میں امتناع اور توقف نہ ہو، اور کسی مشق عمل اور استعمال آلہ کی قطعاً حاجت نہ ہو، اس قسم کی قدرت کی مثال سے خالق باری تعالیٰ کی قدرت کا بیان مقصود ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ جب کسی امر کا ارادہ فرماتا ہے تو وہ شے فوراً موجود ہو جاتی ہے۔ صرف ارادہ فرمانا ہی اس کے وجود میں آنے کے لئے کافی ہے۔ شے کے موجود ہونے میں کوئی قدغن اور روک نہیں ہوتی، نہ کسی توقف کا تصور کیا جا سکتا ہے۔ اور ایسا بھی نہیں کہ ارادہ فرمانے کے بعد کوئی عمل کرنا پڑے جس سے مراد، موجود ہو۔ حتیٰ کہ علماء محققین نے اس امر کی تصریح کی ہے۔ کہ معدوم کو موجود کرنے یا موجود کو معدوم کرنے کے لئے ذات باری تعالیٰ و تقدس کا صرف ارادہ ہی کافی ہے۔ لفظ کن کی حاجت بھی نہیں۔ گویا لفظ کن مراد کے فوری حصول کی تمثیل ہے۔

☆ نافذ : جاری ہونے والا۔ ایسا حکم جس کی فرمانبرداری کی جائے۔

☆ حکومت : فرمانروائی ، راج ۔

احکام الٰہیہ دو قسم ہیں :

(۱) امور تکوینیہ (۲) امور تشریعیہ

(۱)امور تکوینیہ :۔

مثلاً احیاء، اماتت، قضائے حاجت، دفع مصیبت ، عطائے دولت، رزق، نعمت، فتح و شکست وغیرہا، عالم کے بندوبست ۔

(۲) امور تشریعیہ :۔

مثلاً کسی فعل کو فرض یا حرام، واجب یا مکروہ ، مستحب یا مباح کردینا۔

دونوں قسم کے امور بروجہ ذاتی اللہ وحدہ لاشریک لہ کے قبضہ واختیار میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ملاحظہ ہو :

"ام لھم شرکاء شرعوا لھم من الدین مالم یأذن بہ اللہ" (الشوری،۲۱)

ترجمہ : کیا ان کے لئے اللہ تعالی کی الوہیت میں کچھ شریک ہیں جنہوں نے ان کے واسطے دین میں وہ راہیں نکال دی ہیں جن کا اللہ نے حکم نہ دیا۔

نیز ارشاد ہوا :

انما امرہ اذا اراد شیأً ان یقول لہ کن فیکون (یسین ۔۸۲)

اس کا کام تو یہی ہے کہ جب کسی چیز کو چاہے تو اس سے فرمائے

ہو جا، وہ فوراً ہو جاتی ہے۔

......ہاں! بروجہ عطائی، امور تکوینیہ اور امور تشریعیہ کی "اسناد" [نسبت] انبیاء واولیاء کی طرف جائز ہے۔
ارشاد ربانی ہے۔

" فالمدبّرات امرا " (نازعات)

ترجمہ: قسم ان مقبول بندوں کی، جو کاروبار عالم کی تدبیر کرتے ہیں۔
امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ السامی قطب ابدال اور قطب ارشاد کے دائرہ اختیار ودائرہ کار کے سلسلہ میں ارشاد فرماتے ہیں۔

"پس تخلیق وترزیق وازالہ بلیات ورفع امراض و حصول عافیت و صحت منوط بفیوض مخصوصہ قطب ابدال است وایمان وہدایت و توفیق حسنات وانابت از سیات نتیجہ فیوضات قطب ارشاد است" (معارف الدینہ، طبع لاہور (۱۳۷۶ھ) ص ۵۱، ۵۲)

اسی حقیقت کو حضور مجدد الف ثانی قدس سرہ السامی نے دوسرے انداز سے یوں بیان فرمایا ہے۔

"قطب ارشاد کہ جامع کمالات فردیت نیز بسیار عزیز الوجود ست و بعد از قرون بسیار و از منہ بیشمار ایں قسم گوہرے بظہور مے آید و عالم ظلمانی از نور ظہور او نورانی میگردد و نور ارشاد وہدایت او شامل تمام عالم است، از محیط عرش تا

مرکز فرش، ہر کسے راکہ رشد و ہدایت و ایمان و معرفت حاصل میشود از راہ او مے آید و از و مستفاد میگردد ، بے توسط او ہیچ کس بایں دولت نمے رسد، مثلاً نور ہدایت او در رنگ دریائے محیط تمام عالم را فراگرفتہ است"

(مبدأ و معاد، طبع لاہور(۷۶ ۱۳ھ)ص ۸۰،۷)

جامع رموز شریعت و حقیقت، حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی قدس سرہ القوی ارشاد فرماتے ہیں۔

" حضرت امیر و ذریۃ طاہرہ او در تمام امت بر مثال پیراں و مرشداں می پرستند و امور تکوینیہ رابایشاں وابستہ می دانند و فاتحہ و درود و صدقات ونذر بنام ایشاں رائج و معمول گردیدہ چنانچہ جمیع اولیاء اللہ ہمیں معاملہ است"

(تحفہ اثنا عشریہ۔مطبوعہ ترکیہ،(۱۹۹۰ھ)ص ۴۳۰،۴۳۱)

حضرت امیر یعنی حضرت مولیٰ علی مشکل کشا اور ان کی اولاد کو تمام امت اپنے مرشد جیسے سمجھتی ہے۔ اور امور تکوینیہ کو انہیں سے وابستہ جانتی ہے اور فاتحہ ،درود و صدقات اور ان کے ناموں نذر و نیاز دینا رائج و معمول ہے۔

امور تکوینیہ میں مسلک مختار و مقبول عند الابرار یہ ہے کہ حضور

سرکار مختار، سید الابرار ﷺ اور آپ کے نائبان فرمانبرداروں کی زبان کن کی کنجی ہے۔ جو ان کی زبان پر جاری ہو، وہ ہو کر رہتا ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے احکام کا مظہر بھی انہیں بندگان حق کے آستان عرش نشان ہیں ۔ کیا خوب فرمایا، امام احمد رضا قدس سرہ نے۔

خدا ، خدا کا یہی ہے در ، نہیں اور کوئی مفر مقر
جو وہاں سے ہو، یہیں آکے ہو، جو یہاں نہیں، تو وہاں نہیں

امور تکوینیہ کو خلعت وجود عطا کرنے کے لئے مولیٰ کریم جل وعلا کی طرف سے لفظ کن کا ظہور ہوتا ہے۔ براہ ادب، سید الانبیاء محبوب و مختار، انبیائے کبار اور اولیائے ذی وقار امور تکوینیہ کے ظہور کے لئے عموماً "بسم اللہ الرحمن الرحیم" استعمال فرماتے ہیں۔ اگرچہ کن بھی فرمالیتے ہیں۔
حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ الحق فرماتے ہیں۔

"واز ابی الربیع سائح آوردہ کہ پرسید از وے مردے کہ گفت، تعلیم "کن" مرا اسم اعظم، گفت، بگویس "بسم اللہ الرحمن الرحیم" اطاعت کن خدا را تا اطاعت کند ترا، وگفتہ اند بسم اللہ الرحمن الرحیم از عارف ہمچو کن است از پروردگار تعالیٰ وتقدس"

(مطالع المسرات، ص ۳۲۳) (اشعۃ اللمعات مطبوعہ لکھنؤ جلد ثانی۔ ص ۲۲۶)
(جواہر البحار، جلد سوم۔ ص ۲۲۶)

حضرت ابو الربیع سائح سے روایت ہے کہ کسی نے ان سے اسم اعظم کی تعلیم کا سوال کیا، فرمایا۔ لکھو "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو تاکہ وہ تیری مراد پوری کرے۔

بعض عارفین نے فرمایا ہے کہ جس طرح حرف کن سے اللہ تعالیٰ ہر ارادہ پورا فرماتا ہے۔(بلا تمثیل) "بسم اللہ الرحمن الرحیم" سے عارف باللہ ہر کام لیتا ہے۔

حضور سید الابرار، مدنی مختار علیہ التحیة و الثناء الی یوم القرار اگر چہ باذن الٰہی و بعطائے الٰہی امور تکوینیہ اور امور تشریعیہ میں مختار و ماذون ہیں اور آپ کے دست قدرت اور زبان فیض بیان سے ان سے امور کا بارہا ظہور ہوا۔ مگر سر دست سلام کے مذکورہ بالا شعر کے حوالہ سے آپ کی زبان مبارک سے امور تکوینیہ کے چند مظاہر کا بیان کرنے سے پہلے ایک اصولی بحث کو احادیث، شارحین اور عرفائے حق کے اقوال نفیسہ سے مزین کیا جارہا ہے۔

سرکار دوعالم، مختار خالق دوعالم و سرہر کار دوعالم صلی اللہ علیہ و آلہ و صحبہ و بارک و سلم کے شب روز کو صحابہ کرام، اہل بیت اطہار اور امہات المؤمنین رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین نے ملاحظہ فرمایا، انہوں نے جو مشاہدہ فرمایا اس کا بیان ام المؤمنین سیدہ صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ عنہا کی زبانی سنئے، حضور کو مخاطب ہو کر فرماتی ہیں۔

"ما اری ربك الا یسارع فی هواك"

(صحیح مسلم جلد ۱، ص ۴۷۳) (نسائی جلد ۲ ص ۵۵، ۶۷، مشکوٰۃ جلد ۲ ص ۲۸۱)

(صحیح بخاری جلد ۲، ص ۷۰۶، ۷۶۶)

نسائی شریف کی روایت میں حدیث کے کلمات اس طرح ہیں۔

"ما اری ربك الا یسارع لك فی هواك" (نسائی جلد ۲، ص ۶۷)

صحیح مسلم کی روایت میں حدیث کے کلمات یوں ہیں۔

" والله ما اری ربك الا یسارع فی هواك"

(صحیح مسلم جلد ۱، ص ۴۷۳)

مذکورہ بالا حدیث کا معنی علامہ بدر الدین محمود عینی علیہ الرحمۃ نے یوں بیان فرمایا۔

"ما اری الله الا موجداً لمرادك بلا تاخیرٍ
منزلاً مما تحب و ترضاه" (عمدۃ القاری، طبع کوئٹہ جلد ۱۹، ص ۱۲)

حاشیہ نسائی میں اس کا معنی یوں بیان ہوا۔

" ای یوصل الیك ما تتمناه سریعاً"

(حاشیہ نسائی۔ جلد ۲، ص ۶۷)

شیخ محقق حضرت عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہ الحق نے اس کا معنی یوں بیان فرمایا۔

"نمی بینم پروردگار ترا مگر آنکہ شتابی می کند، در رضائے تو
و خواہش تو، و ہر چہ تو می خواہی و میل داری، ہماں کند۔

(اشعۃ اللمعات جلد ۴، ص ۱۵۳)

محدثین اور شارحین کی تصریحات اور توضیحات کے مطابق حدیث صدیقہ کا مفہوم یہ ہے۔

قسم بخدا! میں دیکھتی ہوں کہ آپ کا پروردگار، آپ کی رضا پوری کرنے میں تاخیر نہیں فرماتا، آپ کی ہر مراد، ہر خواہش، بلا تاخیر، پوری فرماتا ہے۔ اس لئے کہ اس میں آپ کی رضا کی رعایت مطلوب ہے۔ آپ جو چاہیں گے، جس طرف آپ کا میلان طبع ہوگا، وہی ہوگا۔ اور بلا تاخیر ہوگا۔

علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ القدیہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی "نافذ حکومت" کو قرآن مجید کی نص قطعی سے ثابت فرمایا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ آپ کے اسماء شریفہ میں سے ایک اسم حاکم ہے۔ یہ جبھی ہے کہ اس کائنات میں آپ کا حکم نافذ ہے ان کی عبارت پڑھئے۔

الحاکم ...... ذکرہ ابن دحیہ اخذاً من قولہ "انا انزلنا الیك الکتاب بالحق لتحکم بین الناس" و فی آیات آخر۔ (الریاض الانیقہ فی شرح اسماء خیر الخلیقہ، طبع بیروت ص ۱۳۹)

اللہ اللہ ! شہ کونین جلالت تیری
فرش کیا، عرش پہ جاری ہے حکومت تیری
تو ہی ہے ملک خدا، ملک خدا کا مالک
راج تیرا ہے زمانہ میں، حکومت تیری

(ذوق نعت)

عارف رومیؒ نے اس مفہوم کو یوں ادا فرمایا ہے۔

تو چنیں خواہی، خدا خواہد چنیں
مے دہد حق آرزوئے متقین

علامہ زرقانیؒ نے حضور کی حکومتِ نافذہ کو کس صراحت سے بیان فرمایا ہے؟ فرماتے ہیں :۔ " فجعله حاكماً فی خلقه "

(زرقانی جلد ۶، ص ۵۳ ؍ بحوالہ مقام رسول ، ص ۳۲۸)

جنتی مومن جب اس دار فانی سے دار باقی میں منتقل ہو گا تو وہاں اس کی ہر خواہش پوری ہو گی۔ ہر مراد حاصل ہو گی، جو چاہے گا، بلا تاخیر ہو گا۔ یہ صفت کمال اسے اس لئے حاصل ہو گی کہ وہ مقام قرب پر فائز ہو چکا ہے ...... اور اگر کوئی مومن، اس دار فانی میں بھی مقام قرب حاصل کرے تو یہ صفت کمال اسے اس دنیا میں بھی حاصل ہو سکتی ہے۔ اس حقیقت اور وصف کمال کا حصول، جب ایک مومن کے لئے ممکن ہے تو سید الابرار نبی مختار ﷺ کی رفعت و عظمت منزلت و جلالت کا کیا کہنا ؟

مقام قرب اور اس کے آثار کے بیان میں عارف باللہ سیدی عبد الکریم جیلی قدس سرہ القدسی کا ارشاد خاص دلچسپی کا حامل ہے۔ حدیث قربِ نوافل سے اپنے موقف کو مدلل کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

" فقد قارب الحق ای صار فی جوار الله تعالٰی فهذاالقرب هو الجوار ، الاترى ان اهل الجنة لما

كانوا فی نوع من جوار الله تعالٰی، كيف انفعلت لهم الاكوان ، فما شاؤه كان فی الجنة ، فهذا قرب و اول حضرات هذا المقام الخلة ،وهو ان يتخلل العبد بالحق تعالی فيظهر فی جميع اجزأ جسده آثار التخلل بان تنفعل الاشياء له بلفظة كن و ان يبرئ العلل و الامراض و ياتی بالمخترعات بيده...... "

(الانسان الکامل، طبع مصر (۱۳۳۴ھ) جلد ثانی ص ۱۷۸)

اس حقیقت کو دوسرے مقام پر یوں بیان فرماتے ہیں۔

" فاذا مسح بيده ابرأ الاكمه و الابرص و اذا نطق لسانه بتكوين شی كان بامر الله تعالی "

(الانسان الکامل، جلد ثانی ، ص ۹۵)

یہی عارف ربانی سید عبد الکریم جیلیؒ قدس سرہ السامی بطور "تحدیث نعمت" اپنے لئے بعطائے الٰہی، حرف کاف و نون کی خلعت سامیہ کے حصول کا ذکر یوں فرماتے ہیں۔

"ولقد وقعت علی ذلك فی طريق التوحيد فكنت لوشئت اتصور بأی صورة فی الوجود تصورت بها ولو اردت ای فعل ، فعلت ، ولكن علمت انه مهلك فتركته ففتح الله علی بالقدر المصون الذی جعله بين الكاف و النون "

(الانسان الکامل، جلد اول۔ ص ۷۷)

حضور غوث الوریٰ کے ملفوظات اور شیخ عبد الحق کی تصریحات میں اس مسئلہ کا بیان کس عمدہ ترین انداز میں ہوا ہے۔ ملاحظہ ہو :

" (ثم یرد علیك التکوین) بعد ازاں رد کردہ مے شود بر تو و سپردہ مے شود ہو ، ہست کردن و پیدا گردانیدن کائنات و تصرف دادہ می شود ترا در عالم بروجہ کرامت و خرق عادت"

(شرح فتوح الغیب (فارسی) طبع نولکشور۔ ص ۹۹،۱۰۰)

حضور غوث الثقلین رضی اللہ عنہ اپنے ایک ملفوظ میں فرماتے ہیں۔

"قوله جل و علا في بعض کتبه، یا ابن آدم ،انا الله الذی لا اله الا انا اقول لشیء کن فیکون اطعنی اجعلك تقول للشی کن فیکون"

(فتوح الغیب ، مقالہ ۳۶)

اللہ تعالیٰ کی بعض کتابوں میں اللہ جل شانہ کا ارشاد یوں ہے کہ اے ابن آدم ! میں اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں، جس شے کے لئے کن فرماتا ہوں، تو وہ ہو جاتی ہے۔ (عدم سے وجود میں یا وجود سے عدم میں آجاتی ہے) تو میرا فرمانبردار بن جا۔ تجھے ایسا مقام عطا فرماؤں گا۔ کہ تو بھی جس شے کے لئے کن کہے گا وہ فوراً ہو جائے گی۔

حاصل کلام یہ ہے کہ امام الانبیاء والمرسلین، مالک کون و مکان فخر رسل، مختار کل، نائب اکبر رب اکبر، خلیفہ اعظم، مولائے اعظم صلی اللہ تعالی علیه و آله و صحبه و بارك و سلم انبیاء ومرسلین، علمائے

ربانیین، اولیائے کاملین اور عرفائے مقربین کو بعطائے الٰہی جو مقام قرب خاص عطا ہوتا ہے۔ اس کے ثمرہ میں کائنات میں تصرف کا ملکہ حاصل ہوتا ہے اور ان مقربان خدا و محبوبان کبریا (جل وعلا ، علیہم الرحمۃ والرضا) کی ہر چاہت بلا تاخیر پوری ہوتی ہے، مولا کریم جل وعلا ان کی رضا اور ارادہ کو قوت نافذہ عطا فرماتا ہے۔

"ذالك فضل الله يوتيه من يشاء و الله ذو الفضل العظيم"

اس بحث کو چند واقعات بیان کر کے ختم کیا جاتا ہے۔ ان واقعات کا تعلق حضور پر نور ﷺ کی زبان مظہر کن فکاں سے ہے۔

محدث شہیر ابن سعد، حضرت عمرو بن میمون سے روایت کرتے ہیں کہ جب مشرکین لیام نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈالنا چاہا تو سرکار مختار کل ﷺ اپنے غلام کے پاس سے گزرے، آپ نے حضرت عمار کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے فرمایا۔

"یا نار کونی برداً و سلاماً علی عمار کما کنت علی ابراھیم"

(خصائص کبریٰ، علامہ سیوطی، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد، جلد ۲ ص ۸۰)

اے آگ ! عمار پر ایسی ٹھنڈی اور سلامتی والی بن جا ، جیسا کہ تو حضرت ابراہیم خلیل اللہ پر ٹھنڈی ہو گئی تھی۔

حضرت عبد الرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، فرمایا کہ حکم بن ابی العاص حضور پر نور، مالک و مختار، مدنی تاجدار کے پاس

بیٹھا کرتا تھا اور حضور کے کلام فرمانے کے وقت وہ اپنا چہرا بگاڑ لیتا۔ ایک روز کن کے تصرف رکھنے والی زبان اقدس سے ارشاد ہوا۔

"کن کذلك فلم يزل يختلج حتى مات"

(رواہ الحاکم والبیہقی والطبرانی۔ خصائص کبریٰ۔ جلد ۲ ص ۷۹)

ایسا ہی ہو جا، تو مرتے دم تک اس کا چہرا بگڑا رہا۔

اسی ناہنجار حکم بن العاص نے بطور استہزاء حضور ﷺ کے چلنے کی نقل اتاری۔ مالک تصرف حرف کن، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

"کن کذلك فكان يرتعش حتى مات"

(جواہر البحار، جلد ۳ ص ۱۹)

ایسا ہی ہو جا۔ تو مرتے دم تک اسے رعشہ رہا۔

ایک مرتبہ سرکار، مدنی مختار ﷺ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ ایک شخص حضور کے پیچھے کھڑا شکل بگاڑ کر حضور محبوب رب العالمین ﷺ کی نقلیں اتار رہا تھا۔ حضور ﷺ نے اسے دیکھا تو فرمایا۔

"کذلك فکن" (اخرجہ البیہقی۔ خصائص کبریٰ، جلد ۲ ص ۷۹)

ایسا ہی ہو جا

زبان: مالکِ تصرفِ کن فکاں کے ارشاد سے وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ اس کے گھر والے اسے اٹھا کر لے گئے۔ دو ماہ تک بے ہوش پڑا رہا۔ جب اسے ہوش آیا تو اس کا منہ ویسا ہی بگڑا ہوا تھا۔ جیسا کہ نقل کے وقت تھا۔

علامہ جلال الدین سیوطی قدس سرہ القدسی نے اسی نوعیت کے دیگر چند واقعات، محدث بیہقی، بغوی اور عبداللہ بن احمد کے حوالہ سے بیان کئے ہیں۔ جن کی تفصیلی روایات خصائص کبریٰ میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

حضور پر نور مالک و مختار ﷺ نے ایک عورت کو پیغام نکاح بھیجا۔ اس کے والد نے حیلہ سازی سے کام لیتے ہوئے کہا "اسے برص کا مرض ہے" حالانکہ اس عورت کو اس نوعیت کا کوئی مرض نہ تھا۔ یہ سن کر حضور ﷺ نے فرمایا۔

"فلتكن كذٰلك فبرصت"

(جواہر البحار، جلد ۳، ص ۱۹۴۔ خصائص کبریٰ، جلد ۲، ص ۷۹)

وہ برص والی ہو جائے، نافذ حکومت کی مالک زبان سے نکلے ہوئے کلمات پورے ہو گئے اور وہ عورت مرض برص میں مبتلا ہو گئی۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ الباری نے روایت فرمایا کہ ایک شخص حضور سید عالم ﷺ کے حضور بائیں ہاتھ سے کھانا کھا رہا تھا۔ حضور ﷺ نے اسے ارشاد فرمایا کہ دائیں ہاتھ سے کھانا چاہئے! سرکار کی اس ہدایت کو اس نے معمولی جانا اور کہا :

کہ "میں دائیں ہاتھ سے نہیں کھا سکتا"۔ حالانکہ یہ بات اس نے خلاف واقع کہی۔ اس کے دائیں ہاتھ میں کسی نوعیت کا کوئی عارضہ

نہ تھا۔ اس سے پہلے وہ بلا تکلف دائیں ہاتھ سے کھانا کھا سکتا تھا۔ حضور کی نافذ حکومت کا حکم جاری ہوا فرمایا۔

"ایسا ہی ہوگا"

راوی کا بیان ہے کہ اس واقعہ کے بعد وہ شخص دائیں ہاتھ سے کھانا نہیں کھا سکتا تھا۔ بلکہ اس کا یہ ہاتھ اس کے منہ تک نہ جا سکتا تھا۔ شیخ محقق کے الفاظ یہ ہیں۔

"وخورد نزد آں حضرت مردے بدست چپ۔ پس
امر کہ بدست راست بخور۔ گفت، نے توانم، فرمود،
ہرگز نتوانی، پس نتوانست بر داشت دست راست را
بسوئے دہان خود بعد ازاں" (مدارج النبوت۔ جلد ا، ص ۴۳۹)

مدینہ منورہ سے چند اشخاص غزوہ تبوک میں شریک نہ ہوئے۔ ان میں چند وفا شعار مخلص صحابہ بھی تھے۔ پیچھے رہنے والوں میں منافقین بھی تھے۔ پیچھے رہنے والے مخلص صحابہ میں حضرت عبداللہ بن خیثمہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ حضور ﷺ کی خواہش یہ ہوئی کہ یہ صحابی بھی حاضر ہوں۔ ایک موقعہ پر دور گرد اڑتی نظر آئی۔ اس میں ایک سوار سفید لباس پہنے نظر آیا۔ اسے دیکھتے ہی امر کن کے مالک حضور کی زبان پر یہ کلمات جاری ہو گئے۔

"کن ابا خیثمة" آنے والے سوار! تو ابو خیثمہ بن جا۔

راوی اپنا مشاہدہ اور حضور کے کلمہ کن کی تاثیر کو یوں بیان فرماتے ہیں۔

"فاذا هو ابو خیثمة الانصاری"

ہم نے دیکھا کہ آنے والا سوار، سفید لباس میں ملبوس ابو خیثمہ عبد اللہ بن خیثمہ ہی تھے۔

روایت میں " رجلاً مبیضاً " (سفید لباس میں ملبوس آدمی) خصوصی توجہ کے طالب ہیں کہ مدینہ منورہ سے تبوک کے طویل سفر کا مسافر اپنے سفید لباس کی حفاظت کس طرح کر سکتا تھا ؟ اس کا سفید لباس ظاہر کر رہا تھا کہ یہ مدینہ منورہ سے نہیں چلا تھا۔ اگر مدینہ منورہ سے سفر شروع کر کے آنے والا ابو خیثمہ ہوتا، تو اس کا لباس گرد و غبار سے اٹا ہوتا۔

علامہ نووی علیہ رحمۃ الباری نے اس عقدہ کو یوں حل فرمایا۔

قال القاضی عیاض والا شبه عندی ان کن
هنا للتحقیق و الوجود ای لتوجد یا هذا
الشخص ابا خیثمة حقیقة و هذا الذی قاله
القاضی هو الصواب (شرح نووی علی صحیح المسلم۔ جلد ثانی، ص ۳۶۱)

قاضی عیاض علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں کہ :......

میرے نزدیک اس حدیث کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ لفظ کن اس مقام پر اپنے حقیقی معنوں پر محمول ہے یعنی آنے والے سوار ! تو ابو خیثمہ بن جا۔ امام نووی فرماتے ہیں کہ جو کچھ قاضی عیاض نے بیان فرمایا وہی درست ہے۔

"کن فکاں" کی تاثیر رکھنے والی حضور کی زبان مبارک سے نکلا

ہوا ہر حکم کس سرعت کے ساتھ پورا ہوا، گذشتہ احادیث میں آپ نے ملاحظہ فرمالیا۔

ایران کے رہنے والے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ میں حاضری کے بعد عربی زبان پر عبور، حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے مردہ دو بیٹوں کو زندہ کرنا، درختوں کو بلانا تاکہ رفع حاجت کے لئے پردہ دار جگہ بنا دیں اور اسی نوعیت کے دیگر واقعات حضور ﷺ کے حکم نافذ پر شاہد عادل ہیں۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: شواہد النبوت از حضرت علامہ جامی)

زبان اقدس سے نکلے ہوئے ہر کلمہ کی مراد پوری ہوتے دیکھ کر تمام صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین، علمائے عارفین، غرضیکہ سب بیک زبان، بصدق دل اقرار کرتے ہیں کہ جس زبان کا ہر حکم نافذ العمل ہے، زبان کا ہر کلمہ کن کی تاثیر رکھتا ہے، ہر اشارہ بلا تاخیر وجود کا لباس اختیار کر لیتا ہے اور زمینی و آسمانی مخلوق کا ہر ذرہ آپ کی مراد کے حصول میں بے قرار ہے ...... اس زبان اقدس کی نافذ حکومت پر بے حد سلام ہو بے شمار درود ہو۔

دنیا والو! "دیکھ لو قدرت رسول اللہ کی"

رَضا • یا • رِضا؟

ایک لغوی اور علمی بحث

مجدد دین وملت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ النوری کا نام نامی واسم گرامی دنیائے علم و فضل میں ایک سند جلیل کا درجہ رکھتا ہے۔ محققین، مصنفین، دانشور، ادباء اور شعراء جوں جوں آپ کے علمی ورثہ سے حصہ پاتے ہیں، مسرت و حیرت پاتے ہیں۔ آپ کا علمی و تحقیقی ورثہ صرف ایک فن میں نہیں اور نہ ہی ایک علاقہ آپ سے فیض پاسکتا ہے۔ بلکہ آپ کی تحقیقات علم و فضل کے ہر فن میں مجددانہ ہیں اور آپ کا وجود مسعود برصغیر اور عرب و عجم سب کے لیے سرمایہ علم و فضل ہے۔ برصغیر اور عرب و عجم کا ہر محقق جب بھی آپ کے علوم وفنون کی طرف توجہ کرتا ہے۔ اسے نئے نئے افق نظر آتے ہیں اور اس وقت پوری دنیا میں کوئی بڑے سے بڑا محقق یہ دعویٰ نہیں کرپاتا کہ اس نے امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کے تمام علوم وفنون پر دسترس حاصل کرلی ہے۔ قدیم علمی اداروں اور دنیا کی تمام عظیم "جدید جامعات" میں امام احمد رضا قدس سرہ پر بے شمار جہات سے تحقیق ہوچکی ہے اور ہورہی ہے۔ مگر آپ کی ذات آج بھی

محققین کے لیے ایک چیلنج ہے۔

اس وقت جو بات تحقیق طلب ہے اور فوری توجہ کی مستحق ہے۔ وہ یہ ہے کہ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ النوری کا نام نامی "رِضا" کے کسرہ (زیر) کے ساتھ ہے یا رَضا کے فتحہ (زبر) کے ساتھ؟ چند سال قبل تک امام احمد رضا قدس سرہ النوری پر تحقیقی کام کرنے والے اشاعتی ادارے "مرکزی مجلس رضا لاہور" کی مطبوعات میں موصوف کا ذکر "رِضا" کے کسرہ کے ساتھ ہوتا تھا۔ سرمایۂ اہل سنت حکیم الحاج محمد موسیٰ امرتسری ضیائی مدظلہم الاقدس کے زیر نگرانی اس اشاعتی ادارہ نے محققین کو توجہ دلائی کہ "رِضا" کے کسرہ (زیر) کے ساتھ امام موصوف کا نام نامی صحیح ہے۔ اس کی اتباع میں دیگر علمی و تحقیقاتی ادارے بھی "رِضا" کو را کے کسرہ (زیر) کے ساتھ لکھتے رہے۔ چنانچہ تمام محققین محدث بریلوی کے نام کو رِضا کے کسرہ کے ساتھ لکھتے اور پڑھتے رہے۔ اس سلسلہ میں ان کے سامنے چند قابل ذکر دلائل تھے۔

رِضا پر دلائل

☆ ا۔ لغت میں رِضا کا کسرہ ہی درج ہے۔

اگرچہ بعض کتب لغت میں رَضا کا فتحہ (زبر) بھی درج

ہے۔ مگر اس کے معنی یہاں مناسب نہیں۔

(الف) "صراح" میں امام النحو ابو الفضل محمد بن خالد جمال قریشی نے لکھا ہے۔

"رضی" بالکسر مصدر محض۔ است الاسم الرضاء بالمد رضابہ کسرہ خوشنودی و بفتح و مد خوشنود شدن۔ (صراح' ۵۶۱)۔

خلاصہ عبارت یہ ہے کہ رضا کسرہ کے ساتھ اور الف مقصورہ کے ساتھ خوشنودی کے معنوں میں ہے اور یہ مصدر ہے۔

(ب) "تاج العروس" میں امام النحو و الادب علامہ محمد مرتضی زبیدی نے لکھا۔

رضا بالکسر مقصورا مصدر محض و امابالمد فهو اسم عن الاخفش او مصدر۔۔۔رجل رضا بالکسر و القصر من قوم رضا فنعان۔۔۔ وصف بالمصدر الذی بمعنی المفعول کما وصف

بالمصدر الذی فی معنی الفاعل فی عدل

و خصنم --- الرضی کغنی الضامن---

وایضا المحب--- و الرضی لقب الامام

بن الحسن علی بن موسیٰ بن جعفر بن

حسن بن علی بن ابی طالب

(تاج العروس' ج۰ ۱'ص۰ ۱۵۱'۱۵۰)

خلاصۂ عبارت یہ ہے۔

رضا۔ را کے کسرہ اور آخر میں الف مقصورہ کے ساتھ مصدر محض ہے--- رضاء۔ را کے کسرہ اور آخر میں الف ممدودہ کے ساتھ اسم ہے یا مصدر۔

مثال میں کہا جاتا ہے کہ **رجل رضا** (را کے کسرہ اور الف مقصورہ کے ساتھ) پسندیدہ شخص' اس مثال میں مصدر رضا مفعول (مرضی) کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ یعنی وہ شخص جس پر خوشنودی کا اظہار کیا گیا ہو۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے کے مصدر کو اسم فاعل کے معنوں میں استعمال کرتے ہیں۔ جیسے **رجل عدل یا رجل خصم** (عادل شخص یا جھگڑالو آدمی)۔

نیز الرضا' غنی کے وزن پر (فا کلمہ کے کسرہ کے ساتھ) ضامن کے

معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔۔۔ نیز اس کا ایک معنی محبّ بھی ہے۔

شخصیات میں امام موسیٰ کاظم رِضا کا لقب بھی کسرہ را کے ساتھ ہے۔

(ج) "منجد" اور "مصباح اللغات" میں ہے۔ الرضاء۔ خوشنودی۔ رجل رضی۔ پسندیدہ مرد، چونکہ یہ مصدر (رضی) بمعنی مفعول ہے، اس لیئے مفرد، تثنیہ، جمع، مذکر و مونث سب کے لیئے ہے۔

(د) "غیاث اللغات" میں ہے۔

رضا۔ بکسر خوشنودی و بفتح و مدخوشنودشدن۔ دلا منتخب ہمہ معنی بفتح نوشتہ۔ و صاحب کشاف و صراح و مزیل الاغلاط و ابن حاج معنی اول بکسر نوشتہ اند

یعنی رضا میں را کے کسرہ کے ساتھ کا معنی خوشنودی ہے اور را کے فتحہ اور آخر میں الف ممدودہ کے ساتھ (رضا) کا معنی خوش ہونا۔ "منتخب" میں دونوں معنوں کو را کے فتحہ کے ساتھ بتایا گیا ہے۔ نیز کشاف، صراح، مزیل الاغلاط و ابن حاج نے اول الذکر معنی (خوشنودی) کو کسرہ را کے ساتھ (رِضا) بیان کیا ہے۔

(۵) "فرہنگ عامرہ" میں محمد عبداللہ خویشگی نے لکھا:

رضا۔ خوشنودی

رضا۔ خوشنود ہونا

☆ (۲) لغوی بحث کے علاوہ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ نے اپنے نام نامی کو رِضا (را کے کسرہ کے ساتھ) لکھا اور پڑھا۔ اس وقت محدث بریلوی قدس سرہ کا اپنے قلم مبارک سے لکھا ہوا شجرہ عالیہ قادریہ برکاتیہ کا عکس جلی پیش نظر ہے۔ امام احمد رضا نے اسے مارہرہ مقدسہ میں اپنے شیخ طریقت کے آستانہ میں بیٹھ کر ۲۱ر محرم الحرام ۱۳۰۶ھ ر ستمبر ۱۸۸۸ء کو لکھا۔

اس میں اپنا نام واضح طور پر اعراب کے ساتھ یوں لکھا۔

"احمد رِضا"

اسی شجرہ مبارکہ ملقب بتاریخی **زھرالصلاۃ من شجرۃالائمۃ الھداۃ** میں اپنے شیخ طریقت امام موسیٰ رِضا علیہ الرحمۃ والرضوان کا نام نامی بھی اعراب کے ساتھ لکھا۔ "رِضا"

زھرالصلاۃ کی اس قلمی تحریر کو حضور سید مصطفیٰ حیدر حسن قادری برکاتی مارہروی کے توسط سے ماہنامہ "المیزان" **بمبئی** نے اپنے "امام احمد رضا نمبر" میں نیز شرکت حنفیہ' لاہور نے اپنی مطبوعہ کتاب

"انوار رضا" میں درج کیا ہے۔

☆ (۳) ماہر رضویات پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد ایم۔اے' پی۔ایچ۔ڈی نے اپنی تصانیف اور تحقیقی مقالہ جات میں امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ النوری کا نام را کے کسرہ کے ساتھ (رِضا) لکھا۔ اسی سلسلہ میں آپ کا انگریزی زبان میں مقالہ

NEGLECTED GENIUS OF THE EAST

خصوصی توجہ کا مستحق ہے۔ اس میں آپ نے (رِضا) کے انگریزی حروف کے یوں ہجے لکھے ہیں۔

AHMAD RIZA KHAN گویا موصوف الذکر کے نزدیک رِضا کسرہ کے ساتھ صحیح ہے۔

☆ (۴) چند سال قبل تک مرکزی مجلس رضا' لاہور کے سالانہ اجلاس میں ملک بھر اور بیرونی دنیا کے عظیم سکالر تشریف لاتے رہے۔ ان کے علمی و تحقیقی مقالہ جات اور تقاریر' محققین کے لئے ایک عظیم راہنما اصول فراہم کرتے۔ علمی مذاکرے قائم ہوتے جن میں تحقیقی گفتگو سے مسائل طے ہوتے۔ انہی مذاکرات میں ایک مذاکرہ مولانا تقدس علی رضوی بریلوی "شیخ الجامعہ راشدیہ" پیر جو گوٹھ (سندھ) علیہ الرحمتہ اور حکیم اہل سنت الحاج حکیم محمد موسیٰ امر تسری مدظلہ

العالی کے درمیان لفظ "رضا" کے تلفظ کے بارے میں ہوا۔ مولانا تقدس علی بریلوی علیہ الرحمۃ خاندان امام احمد رضا کے فرد ہونے کے ساتھ عظیم محقق اور ماہر مدرس تھے۔ آپ نے رِضا کے تلفظ کو را کے کسرہ کے ساتھ (رِضا) صحیح بتایا۔ ان کا یہ ارشاد علمی سند ہونے کے ساتھ ساتھ خاندان امام احمد رضا قدس سرہ کے گھر کی گواہی کا درجہ رکھتا ہے۔ موصوف امام احمد رضا محدث بریلوی کے بلاواسطہ مرید اور تلمیذ ہیں۔

☆ (۵) امام احمد رضا کا نام نامی و اسم گرامی معروف حدیث قدسی کلھم یطلبون رضائی و انا اطلب رضاك یا محمد کا عکس جمیل ہے۔ شجرہ قادریہ منظومہ بزبان اردو میں آپ نے اس طرف لطیف اشارہ فرمایا ہے۔

کہ عطا احمد رضائے احمد مرسل مجھے
میرے مولیٰ حضرت احمد رضا کے واسطے

حدیث مبارک میں رِضا بالکسر ہے۔ اس مناسبت سے امام احمد رضا کا نام بھی را کے کسرہ کے ساتھ صحیح ہونا چاہیئے۔

☆ (۶) امام احمد رضا قدس سرہ نے اپنے دوسرے سفر حج و زیارت مدینہ منورہ کے موقعہ پر "حرمین شریفین" کے اجلہ علمائے کرام کو ان کی استدعا پر اپنی مرویات اور تصانیف کی سندیں عطا فرمائیں۔

طلب اجازت میں جب علمائے کرام کا اصرار بڑھا' بارہا آپ کے سامنے حرمین طیبین کا ادب واحترام اور علماء کا اعزاز واکرام حائل ہوتا رہا۔ بالآخر آپ نے اجازت دی لیکن علوِ مرتبت کے باوجود آپ کا انکسار ملاحظہ ہو۔

شیخ الحرمین حضرت سید صالح کمال مفتی احناف مکہ معظمہ کی سند اجازت میں امام احمد رضا نے اپنے نام رضا کے جز کو کس خوبی سے استعمال فرمایا۔

فهمت الامر ان اسمی رضا و صرت عینی فانت عین الرضا

و عین الرضا عن کل عیب کلیلة

فتحسب مثلی صالحا لکمال

ومابی صلاح لکمال کما لها

کمالا قذی فی صالح بن کمال

(الاجازت المتینه لعلماء بکته و المدینه)

ہاں اصل بات معلوم ہوگئی کہ میرا نام ''رضا'' ہے اور آپ میری آنکھ ہوجانے کی وجہ سے ''عین الرضا'' ہوئے۔

(ترجمہ اشعار) اور عین الرضا عیب نہیں دیکھ سکتی۔ بنا بریں آپ نے مجھے (عیب سے دور) کمال کا صالح سمجھ لیا۔ حالانکہ عین الرضا کی طرح ہوں مجھ میں کمال کی صلاحیت نہیں۔ عین الرضا (عیب

بینی سے) اس طرح پاک ہے جس طرح صالح بن کمال عیبوں کے خس و خاشاک سے۔

ان اشعار میں امام احمد رضا نے رضا کو خوشنودی کے معنوں میں استعمال کیا اور خوشنودی کے لیے رِضا بالکسر ہی صحیح ہے۔ اس کے بر عکس ایک عرصہ سے بعض حضرات نے امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ النوری کے اسم گرامی کو را کے فتحہ (زبر) کے ساتھ (رَضا) لکھنا شروع کیا ہے۔ اس سلسلہ میں مولانا مفتی محمد اعظم صاحب شیخ الحدیث دار العلوم مظہر اسلام، بریلی (انڈیا) کا اسم گرامی سر فہرست ہے۔ حضرت مولانا موصوف مدظلہ العالی نے اس امر کے لیئے ایک مضمون بھی لکھا ہے۔ جو ان کے موقر جریدہ سہ ماہی **دامن مصطفی** بریلی (انڈیا) کے مفتی اعظم نمبر حصہ اول (مئی تا اکتوبر ۱۹۹۰ء) میں شائع ہوا۔

نام "رَضا" کی تحقیق میں آپ نے جو دلائل رضا (فتحہ کے ساتھ) کے لیے دیئے، ان کا خلاصہ یوں ہے۔

رَضا پر دلائل

☆ ۱۔ جو لوگ رَضا کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ سلسلہ رَضویہ کے شجرہ میں کئی جگہ رَضا راکے زبر کے ساتھ آیا ہے، اس

لیئے احمد رَضا صحیح ہے۔

☆ ۲۔ المعجم البسیط اور منتخب اللغات میں ہے۔

رَضا۔ مصدر ہے۔ خوشنودی کے معنوں میں اور حضرت موسیٰ رضا کاظم کا نام بھی اسی طرح ہے۔

☆ ۳۔ ایک مجلس میں خلف اصغر و خلیفہ امام احمد رضا' حضرت مفتی محمد مصطفیٰ رضا قدس سرہما سے عرض کیا گیا کہ حضور اعلیٰ حضرت کا اسم گرامی "احمد رِضا" ہے یا "احمد رَضا"؟

توحضرت نے فرمایا "احمد رَضا" نام ہے۔

پھر اسی مجلس میں دوسرا سوال حاضر کیا گیا کہ حضور اعلیٰ حضرت آپ کو مصطفیٰ رَضا کہہ کر یاد فرماتے یا مصطفیٰ رِضا؟

فرمایا کہ حضور اعلیٰ حضرت مجھ کو زیادہ تر مصطفیٰ میاں کہہ کر یاد کرلیا کرتے تھے اور کبھی کبھی مصطفیٰ رَضا بھی فرمایا کرتے تھے۔

تیسرا سوال عرض کیا گیا کہ حضور اعلیٰ حضرت کا نام احمد رضا ہے اور آپ کا مصطفیٰ رضا؟ فرمایا ہاں۔

اسی سلسلہ میں آخری سوال حاضر کیا گیا کہ نام تو رضا ہے مگر لغت میں رِضا' رَضا دونوں صحیح ہیں۔ تو حضور مفتی اعظم قدس سرہ

نے ارشاد فرمایا:

ہاں لغت میں دونوں (طرح) آیا ہے۔

اس علمی مذاکرہ سے حضرت مولانا مفتی محمد اعظم، بریلوی نے استدلال فرمایا کہ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کا نام نامی احمد رَضا (را کے فتحہ کے ساتھ) صحیح ہے۔ علاوہ ازیں برصغیر میں شائع ہونے والی بعض کتب میں امام احمد رَضا (فتحہ کے ساتھ) لکھا جاتا ہے۔

دردمندانہ اپیل

اس مقام پر پہنچ کر ایک عام قاری پریشان ہو جاتا ہے کہ اس کے ممدوح اور دنیائے علم و فضل کے عظیم محسن کا اسم گرامی "احمد رِضا" ہے یا "احمد رَضا"؟ ان حالات میں محققین، علماء و مشائخ اور بالخصوص متوسلین سلسلہ عالیہ و خانوادہ رضویہ کی خدمت میں دردمندانہ اپیل ہے کہ وہ طے فرمائیں کہ محدث بریلوی قدس سرہ کے اسم گرامی کا صحیح تلفظ کیا ہے؟ دونوں طرف سے دلائل موجود ہیں۔ ان میں ایک کو ترجیح دینا ہو گا۔